تفسیر احمد

Ketabton.com

جزء - 30

سوره «عبس» کا تفسیر و ترجمه

تصنیف: امین الدین «سعیدي - سعید افغانی»

(c) ketabton.com: The Digital Library

بسم الله الرحمن الرحيم

سورة عَبَسَ

جزء (30)

یه سوره مکه میں نازل هوئی هے ، اس کی 42 آیات هیں

وجه تسمیه:

یه سوره به سبب ذکر عَبَسَ کے سوره عبس کہلاتی ہے عَبَسَ "عبوست"سے ہے ،یعنی منه چڑھانا، جو که انسان کی عادت واوصاف میں سے هے، یه کیفیت اس وقت انسان پر ظاهرهوتی هے، جب کام میں مصروف هو، اس لیے عَبَسَ نام رکھا گیا ۔

اس سورت کا نام پهلی آیت سے لیاگیاهے، مگرقابل ذکر بات یه هے که عَبَسَ صرف اس سورت کا نام ہے، اس کے مضامین میں سے کسی بھی مضمون کا عنوان نهیں هے۔

عَبَسَ:عُبُوس یا عَبُوْس کے مادے سے لیا گیا ہے، عُبُوْس یا عَبُوْس اس کے لیے کہا جاتا ہے جو چہرہ پھیرلیتا ہے یا سکڑ لیتا ہے، ظاہری منہ موڑنے کی کیفیت اندرونی حالت کی غماز ہے۔

سوره عَبَسَ کی آیات، کلمات اور حروف کی تعداد:

سوره عَبَسَ کو سوره سَفَرَ بھی کہاجاتاہے ،اس سورت میں ایک رکوع ، (42) آیتیں اور ایک سو تینتیس(133) الفاظ هیں ، (552)پانچ سو باون حروف اور(292) دوسو بیانوے نقطے هیں۔

سوره عَبَس کا سبب نزول:

مفسرین اس سورت کے سبب نزول کے بارے میں کهتے هیں که: یه سورت بی بی خدیجه رضی الله عنها کے خاله زاد بهائی حضرت عبد الله ابن أم مکتوم کے بارے میں نازل هوئی هے، ان کے واقعه کو مفسرین کرام نے اس اندازسے بیان کیاہے:

عبدالله ابن أم مکتوم جو نا بینا تهے جب نبی کریم صلی الله علیه وسلم کے پاس آئے تواس وقت قریش کے بڑے بڑے سردار جن میں: عتبه بن شیبه ، ربیعة کے دونوں بیٹے ، ابوجهل بن هشام ، عباس بن عبدالمطلب ، امیه بن خلف اور ولید بن مغیره آپ صلی الله علیه وسلم کے پاس بیٹھے هوئے تهے، آپ صلی الله علیه وسلم ان کو اسلام کی دعوت دے رهے تهے،اس امید پر که ان کے اسلام لانے سے جوکه قوم کے بڑے هیں باقی لوگ بھی مسلمان هوجائیں گے۔

اسی دوران عبد الله بن ام مکتوم نے کها: اے الله کے رسول ! آپ پڑهیے اور مجهے سکها ئیے جو کچھ الله نے آپ کو سکهایاهے، عبد الله بن ام مکتوم اپنی

(c) ketabton.com: The Digital Library

بات دوهراتے رهے ، ان کو معلوم نهیں تها که آپ صلی الله علیه وسلم قریش کے سرداروں کو دعوت دینے میں مصروف هیں .
آپ صلی الله علیه وسلم پر یه بات ناگوار گذری چهره مبارک ناخوشی کے عالم میں پهیردیا اور منه موڑا ان سے (جس سے چهرے میں عبوست ظاهرهوگئی) اسی وقت یه سوره نازل هوئی۔
اس کے بعد رسول الله صلی الله علیه وسلم ابن ام مکتوم کی تعظیم وتکریم کرتے تهے، اور جب ان کو دیکهتے تو فرماتے " مرحبًا بمن عاتبنی فیه ربی" خوش آمدید اس کے لیےجس کی وجه سے رب نے مجهے سرزنش کی۔
پهر ان سے کهتے تهے: کیا آپ کوکوئی کام یا کچه ضرورت هے؟ میں تیار هوں تمهارے کام اور ضرورت کو پورا کرنے کے لیے .
اهل سِیَر لکهتے هیں که: پیغمبر صلی الله علیه وسلم نے دومرتبه اسے مدینه منوره میں بحیث والی کے مقرر فرمایا، جب آپ صلی الله علیه وسلم غزوات پر تشریف لیجاتے تهے .
ایک روایت میں هے که اس سورت کے نزول کے بعد آپ صلی الله علیه وسلم نے کسی بهی فقیر سے چهره نهیں پهیرا اور نه هی کسی سرمایه دار اور سردارکے کام میں خود کو مشغول رکها۔
الله تعالی کی طرف سے غائب کا صیغه استعمال کیا یعنی که پیغمبر اسلام کو مخاطب نهیں فرمایا: (عبس وتولی) (تیوری چڑهائی اور منه موڑا ، جب آیا اس کے پاس ایک نابینا) یعنی: رب تعالی نے یه نهیں فریاما که : تونے تیوری چڑهائی اور منه موڑا، اس انداز میں کئی باتیں هیں جو چند امور کو واضح کرتی هیں:

1 - تربیت
2 - اظهار غصه
3 - انسان اور اس کی رسالت کے حدود کا تعین اور اس کے لیے رهنمائی یه بذات خود قرآن کے اعجاز کی ایک صورت هے که ایک خاص انداز تکلم اپنایاگیاهے۔

صحابی بننے کی شرائط

علماء کرام صحابه بننے کے بارے میں فرماتے هیں:
صحابی بننے کی شرائط میں سے ایک شرط آپ صلی الله علیه وسلم کا دیدار هے، کیا نابینا شخص ابن ام مکتوم جیسے جو پیارے نبی کریم ﷺ کی حضور میں موجود تها صحابه میں سے شمار هوگا یا نهیں؟
اس کے جواب میں یه کهنا چاهیے که صحابی هونے کی شرائط مندرجه ذیل هیں:

(c) ketabton.com: The Digital Library

1 - کوئی بھی شخص جس نے زندگی میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی ہو ۔
2 - نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا ہو ، اور بحالت ایمان دنیا سے رخصت ہوگیاہو۔

اب اگراوپر والی دونوں شرائط کسی آدمی میں نہ پائی جائیں تو وہ صحابی شمار نہیں ہوگا۔

لیکن عبداللہ ابن أم مکتوم اگرچہ نابینا تھے، مگر مذکورہ دونوں شرائط رکھتے تھے ، اس لیے کہ صحابی ہونے کا شرط آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے کا دیدار نہیں ، بلکہ آپ سے ملاقات کا ہے۔

ملاقات: یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے محضر میں حاضری ، اس لیے ملاقات اور دیدار میں فرق ہے، علماء نے دیدار کی نہیں ، بلکہ ملاقات کی شرط رکھی ہے۔

مثال کے طور پر اویس قرنی اگرچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں آپ پر ایمان لائے، اور اسلام پرھی فوت ہوئے ، لیکن چونکہ وہ پیارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات میں کامیاب نہیں ہوئے، اس لیے وہ صحابی نہیں کہلائے۔

سورہ عبس کا عمومی خلاصہ :

اگر ہم سورہ عَبَسَ کے مشتملات پر مجموعی طورپر نظر ڈالیں ، تو ہم دیکھیں گے اس سورت کا خلاصہ پانچ بنیادی عنوانات میں کیا گیاہے ۔

1 - خدا تعالی کا سرزنش کرنا توجہ دلانا ایسے بندے کو جس نے حق کے متلاشی نا بینا شخص سے مناسب رویہ نہیں رکھا۔
2 - قرآن کریم کا مرتبہ ومقام ۔
3 - انسان کی طرف سے اللہ تعالی کی نعمتوں کی نا شکری ۔
4 - خدا تعالی کی بعض نعمتوں کا اظہار ۔
5 - یامت ، مؤمنوں اور کافروں کا انجام ۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

سورة عبس

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

عَبَسَ وَتَوَلّٰيٓ ۙ۱ ۝ اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰى ؕ۲ ۝ وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّهٗ يَزَّكّٰيٓ ۙ۳ ۝ اَوْ يَذَّكَّرُ فَتَنْفَعَهُ
الذِّكْرٰى ؕ۴ ۝ اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰى ۙ۵ ۝ فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰى ؕ۶ ۝ وَمَا عَلَيْكَ اَلَّا يَزَّكّٰى ؕ۷ ۝
وَاَمَّا مَنْ جَآءَكَ يَسْعٰى ۙ۸ ۝ وَهُوَ يَخْشٰى ۙ۹ ۝ فَاَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰى ۚ۱۰ ۝ كَلَّآ اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ ۚ۱۱ ۝
فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ ۘ۱۲ ۝ فِيْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ ۙ۱۳ ۝ مَّرْفُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ ۙ۱۴ ۝ بِاَيْدِيْ
سَفَرَةٍ ۙ۱۵ ۝ كِرَامٍ بَرَرَةٍ ؕ۱۶ ۝ قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَآ اَكْفَرَهٗ ؕ۱۷ ۝ مِنْ اَيِّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ ؕ۱۸ ۝ مِنْ
نُّطْفَةٍ ؕ خَلَقَهٗ فَقَدَّرَهٗ ۙ۱۹ ۝ ثُمَّ السَّبِيْلَ يَسَّرَهٗ ۙ۲۰ ۝ ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ ۙ۲۱ ۝ ثُمَّ اِذَا شَآءَ
اَنْشَرَهٗ ؕ۲۲ ۝ كَلَّا لَمَّا يَقْضِ مَآ اَمَرَهٗ ؕ۲۳ ۝ فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ اِلٰى طَعَامِهٖٓ ۙ۲۴ ۝ اَنَّا صَبَبْنَا
الْمَآءَ صَبًّا ۙ۲۵ ۝ ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّا ۙ۲۶ ۝ فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا حَبًّا ۙ۲۷ ۝ وَّعِنَبًا وَّقَضْبًا ۙ۲۸ ۝
وَّزَيْتُوْنًا وَّنَخْلًا ۙ۲۹ ۝ وَّحَدَآئِقَ غُلْبًا ۙ۳۰ ۝ وَّفَاكِهَةً وَّاَبًّا ۙ۳۱ ۝ مَّتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ ؕ۳۲ ۝
فَاِذَا جَآءَتِ الصَّآخَّةُ ۘ۳۳ ۝ يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ ۙ۳۴ ۝ وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ ۙ۳۵ ۝ وَصَاحِبَتِهٖ
وَبَنِيْهِ ؕ۳۶ ۝ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَاْنٌ يُّغْنِيْهِ ؕ۳۷ ۝ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ ۙ۳۸ ۝ ضَاحِكَةٌ
مُّسْتَبْشِرَةٌ ۚ۳۹ ۝ وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ۙ۴۰ ۝ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ؕ۴۱ ۝ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ
الْفَجَرَةُ ۴۲ ۝

سورت کا لفظی ترجمہ

بسم الله الرحمن الرحيم	شروع الله کا نام لے کر جو بڑا مہربان نہایت رحم والاھے
عَبَسَ وَتَوَلّٰيٓ ۙ۱ ۝	(محمد صلی الله علیه وسلم) ترش رو ھوئے اور منہ پھیربیٹھے (۱)
اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰى ؕ۲ ۝	جب آیا ان کے پاس ایک نا بینا (2)
وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّهٗ يَزَّكّٰيٓ ۙ۳ ۝	اور تم کو کیا خبرشاید وہ پاکیزگی حاصل کرتا (3)
اَوْ يَذَّكَّرُ فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرٰى ؕ۴ ۝	یا سوچتا تو سمجھانا اسے فائدہ دیتا (3)
اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰى ۙ۵ ۝	جو پروا نہیں کرتا (۴)
فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰى ؕ۶ ۝	اس کی طرف تو تم توجہ کرتے ھو(۵)
وَمَا عَلَيْكَ اَلَّا يَزَّكّٰى ؕ۷ ۝	حالانکہ وہ نہ سنورے تو تم پر کچھ (الزام) نہیں (۶)
وَاَمَّا مَنْ جَآءَكَ يَسْعٰى ۙ۸ ۝	اورجو تمھارے پاس دوڑتا ھوا آیا (۷)
وَهُوَ يَخْشٰى ۙ۹ ۝	اور (خدا سے) ڈر تاھے (۸)
فَاَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰى ۚ۱۰ ۝	اس سے تم بے رخی کرتے ھو (۹)

(c) ketabton.com: The Digital Library

كَلَّآ اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ ﴿١١﴾	دیکھو یہ (قرآن) نصیحت ھے (١٠)
فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ ﴿١٢﴾	پس جو چاھے اسے یاد رکھے (١١)
فِيْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ ﴿١٣﴾	قابل ادب ورقوں میں(لکھا ھوا) (١٢)
مَّرْفُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ ﴿١٤﴾	جو بلندمقام پررکھے ھوئے (اور) پاک ھیں (١٣)
بِاَيْدِيْ سَفَرَةٍ ﴿١٥﴾	لکھنے والوں کے ھاتھوں میں (١٤)
كِرَامٍ بَرَرَةٍ ﴿١٦﴾	جو سردار اورنیکو کارھیں (١٥)
قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَآ اَكْفَرَهٗ ﴿١٧﴾	انسان ھلاک ھوجائے کیسا ناشکرا ھے (١٦)
مِنْ اَيِّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ ﴿١٨﴾	اسے (خدا نے) کس چیزسے بنایا (١٧)
مِنْ نُّطْفَةٍ ۭ خَلَقَهٗ فَقَدَّرَهٗ ﴿١٩﴾	نطفے سے بنایا ، پھر اس کا اندازہ مقرر کیا (١٨)
ثُمَّ السَّبِيْلَ يَسَّرَهٗ ﴿٢٠﴾	پھر اس کے لیے رستہ آسان کردیا (١٩)
ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ ﴿٢١﴾	پھر اسکوموت دی، پھر قبرمیں دفن کرایا (٢٠)
ثُمَّ اِذَا شَاۗءَ اَنْشَرَهٗ ﴿٢٢﴾	پھر جب چاھے گا اسے اُٹھا کھڑا کرے گا (٢١)
كَلَّا لَمَّا يَقْضِ مَآ اَمَرَهٗ ﴿٢٣﴾	کچھ شک نھیں کہ خدانے اسے جو حکم دیا اس نے اس پر عمل نہ کیا (٢٢)
فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ اِلٰى طَعَامِهٖٓ ﴿٢٤﴾	توانسان کو چاھیئے کہ اپنے کھانے کی طرف نظر کرے (٢٣)
اَنَّا صَبَبْنَا الْمَاۗءَ صَبًّا ﴿٢٥﴾	بیشک ھم ھی نے پانی برسایا (٢٤)
ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّا ﴿٢٦﴾	پھر ھم ھی نے زمین کو چیرا پھاڑا (٢٥)
فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا حَبًّا ﴿٢٧﴾	پھرھم ھی نے اس میں اناج اُگایا (٢٦)
وَّعِنَبًا وَّقَضْبًا ﴿٢٨﴾	اور انگور اور ترکاری (٢٧)
وَّزَيْتُوْنًا وَّنَخْلًا ﴿٢٩﴾	اور زیتون اورکھجوریں (٢٨)
وَّحَدَاۗىِٕقَ غُلْبًا ﴿٣٠﴾	اور گھنے گھنے باغ (٣٠)
وَّفَاكِهَةً وَّاَبًّا ﴿٣١﴾	اور میوے اور چارا (٣١)
مَّتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ ﴿٣٢﴾	(یہ سب کچھ) تمھارے اور تمھارےچارپایوں کیلئے بنایا (٣٢)
فَاِذَا جَاۗءَتِ الصَّاۗخَّةُ ﴿٣٣﴾	تو جب (قیامت کا)غُل مچے گا (٣٣)
يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ ﴿٣٤﴾	اس دن بھائی اپنے بھائی سے دور بھاگے گا (٣٤)
وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ ﴿٣٥﴾	اور اپنی ماں اور اپنے باپ سے (٣٥)

(c) ketabton.com: The Digital Library

وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيْهِ ﴿٣٦﴾	اور اپنی بیوی اور بیٹوں سے (٣٦)
لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَاْنٌ يُّغْنِيْهِ ﴿٣٧﴾	ہرشخص اس روز ایک فکر میں ہوگا، جو اسے بے پروا کردے گا (٣٧)
وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ ﴿٣٨﴾	اور کتنے چہرے اس روز چمک رہے ہوں گے (٣٨)
ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ ﴿٣٩﴾	خندان وشادان (یہ مؤمنانِ نیکوکار ہیں) (٣٩)
وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ﴿٤٠﴾	اورکتنے چہرے ہونگے جن پر گرَد پڑرہی ہوگی (٤٠)
تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ﴿٤١﴾	(اور) سیاہی چڑھ رہی ہوگی (٤١)
اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ ﴿٤٢﴾	یہ کفّار بدکردار ہیں (٤٢)

تفسیر سورۃ عبس

محترم قارئین:

مبارک آیات (1 تا 10) اسلام جیسے مقدس دین میں مساوات اور برابری کے بارے میں بحث کی گئی ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم	شروع خدا کا نام لے کر جو بڑا مہربان نہایت رحم والاہے
عَبَسَ وَتَوَلّٰٓى ﴿١﴾	(محمد صلی اللہ علیہ وسلم) ترش رو ہوئے اور منہ پھیربیٹھے (١)

یعنی: پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار کے بعض بزرگوں کو دعوت دینے میں مصروف ہونے کی وجہ سے چہرہ پھیر لیا، یعنی: منہ موڑ لیا اور نابینا کے سوال پر متوجہ نہیں ہوئے، اگرچہ ان لوگوں کی غیر موجودگی میں اس کے ساتھ نرمی اور محبت کے ساتھ مخاطب ہوئے۔

اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰى ﴿٢﴾	جب آیا ان کے پاس ایک نا بینا (٢)

احمد بن محمد الصّاوی المالکی الخلوتی مؤلف حاشیہ علی تفسیر جلالین فرماتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اور احترام کے اظہار کے لیے خدا تعالیٰ نے غایب کے ضمایر " عَبَسَ وَتَوَلّٰي" استعمال کیے ہیں، اس لیے سختی اور سرزنش کی جو شدت "تاء"خطاب "عَبَسْتَ و تولیت" میں ہے وہ ناقابل انکار ہے، نابینا شخص کا نام "عبداللہ ابن ام مکتوم" تھا،سرزنش کرنے والی آیات کے نزول کے بعد جب بھی آپؐ کے پاس آتے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے: "خوش آمدید اس کے لیے جس کی وجہ سے رب نے مجھے سرزنش کی ، اور اپنی چادر بچھا دیتے تاکہ وہ بیٹھ جائیں ،(تفسیر صفوۃ التفاسیر)۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

"اَعْمٰی" عَمیٰ کے مادے سے ہے، اور عَمیٰ: یعنی: بَصَر اور بصیرت کا فقدان، آنکھوں کی بینائی یا دل کی آنکھ کے ختم ہونے کے لیے استعمال ہوا ہے۔

وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّهٗ يَزَّكّيٓ ۝۳	اور تم کو کیا خبرشاید وہ پاکیزگی حاصل کرتا (۳)

"لَعَلَّهٗ يَزَّكّي"شاید اس کا دل گناہوں سے پاک ہوکر سج جائے، "يَزَّكّي": ایسے نیک عمل کرے جو گناہوں کو دھو ڈالیں۔

علامه عبد الرحمن سعدی عصر حاضر کے مفسرین میں سے هیں فرماتے هیں: "ان آیات کریمہ کا سبب نزول یه هے که: مؤمنوں میں سے ایک نابینا آدمی پیغمبر صلی الله علیه وسلم کے پاس آیا تا که آپ سے پوچھے اور سیکھے ، اسی دوران ایک امیر آدمی بھی آیا: رسول الله صلی الله علیه وسلم لوگوں کی ہدایت اور رهنمائی کرنے میں بهت زیاده حریص تھے، اس وجه سے پیامبر صلی الله علیه وسلم امیر آدمی کے طرف متوجه هوئے اور نابینا شخص سے بے توجہی برتی، تاکه اس امیر وسرمایه دار آدمی کی رهنمائی کریں، آپ صلی الله علیه وسلم امیر شخص کی هدایت پانے اور پاکیزه هونے میں زیاده دلچسپی رکھی۔ پھر رب تعالٰی نے پیغمبر اسلام نبی علیه السلام کو نرمی کےساتھ متوجہ کیا یا سرزنش کی اور فرمایا: " عَبَسَ وَ تولی" فقیر سے منه موڑا اور اپنا رُخ اس امیر آدمی کی طرف کردیا، پھر آپ ﷺ کی توجه کے سبب بیان فرمایا: "ومایدریک لعلّه یزکّی" (تجھے کیا معلوم ؟ شاید یه نابینا برے اخلاق سے پاک هوجائے ، اور اچھے اخلاق سے آراسته هوجائے، "أویذَّکَّرُ فتَنفعه الذکری" یا یه که جو کچھ اس کو فائده پهنچاتاهے اسے قبول کرلے، اور اس نصیحت سے فائده اٹھالے، یه بهت بڑا فائده هے، پیغمبروں کی بعثت اور واعظین کے وعظ اور نصیحت کرنے والوں کی نصیحت کا یهی مقصد هے ۔

پھر آپ ﷺ کی توجه اس شخص کی طرف زیاده مناسب اور ضروری هے جو آپ پاس چل کر آیاهے، خود کو آپ کا محتاج سمجھتاهے ۔

لیکن آپ کا توجہ کرنا اس امیر آدمی کی طرف جو خود کو بے نیاز سمجھتاهے نه پوچھتاهے اور نه هی خیرمیں دلچسپی رکھتاهے، اور چھوڑدینا ایسے شخص کو جو اس امیر آدمی سے زیاده مستحق هے یہ آپ کے شایان شان نهیں هے، اس لئے که اگروه امیر آدمی پاک نه هوجائے تو آپ پر کوئی گناه نهیں ، اور اس کے برے اعمال کے متعلق آپ سے نهیں پوچھا جائے گا۔

کسی یقینی کام کو ظنی کام کی وجه سے نهیں چھوڑا جاسکتاهے

مفسرین کهتے هیں: یهاں ایک مشهور قاعده هے:

(c) ketabton.com: The Digital Library

"کسی معین ومعلوم چیز کو بے بنیاد اورخیالی چیز کی وجہ سے ترک نہیں کیا جاسکتا" یقینی اور ادراک شدہ مصلحت کو فرضی مصلحت کی بنیاد پرترک نہیں کرنا چاہیے، وہ طالب علم جو تعلیم میں دلچسپی رکھتاھے ، اور جس کو علم کی ضرورت ھےاس پر زیادہ توجہ دینی چاھیے ، بہ نسبت اس کے کہ جو ایسا نہیں ھے، یہ بات قابل ذکر ھے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے یہ طرزعمل ترک افضل میں شمار ھوتاھے ۔

لھذا آپ ﷺ کا یہ کام نہ گناہ تھا اور نہ انبیاء علیھم السلام کی عصمت سے متصادم تھا، کیونکہ ان سے اس کام کے سرزد ھونے کی وجہ وہ چیز ھے جو انسانی فطرت کے تابع ھے، جیسے : غصہ ، رضا، ھنسی، اور رونا، یعنی: ایسے امور جس پر شریعت نے مکلف نہیں بنایاہے، ابن أم مکتوم کا عذر بھی یھی تھا کہ ان کو معلوم نہیں تھا، کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دوسروں کے ساتھ مصروف ھیں،اور اس امید وخواھش کے ساتھ ان سے گفتگو کررھے ھیں کہ یہ اسلام قبول کرلیں ۔

اَوْ يَذَّكَّرُ فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرٰى ﴿۴﴾	یا سوچتا تو سمجھانا اسے فائدہ دیتا (۴)

مفسر تفسیر انوار القرآن اس آیت مبارکہ کے تحت لکھتے ہیں:

لھذا آپ ﷺ کا یہ کام نہ گناہ تھا اور نہ انبیاء علیھم السلام کی عصمت سے متصادم تھا، کیونکہ ان سے اس کام کے سرزد ھونے کی وجہ فطری ہے، جیسے : غصہ ، رضا، ھنسی، اور رونا، یعنی: ایسے امور جن پر شریعت نے مکلف نہیں بنایاہے، ابن أم مکتوم کا عذر بھی یھی تھا کہ ان کو معلوم نہیں تھا، کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دوسروں کے ساتھ مصروف ھیں،اور اس امید وخواھش کے ساتھ ان سے گفتگو کررھے ھیں کہ یہ اسلام قبول کرلیں ۔

اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰى ﴿۵﴾	جو پروا نہیں کرتا (۵)

یعنی: جو شخص اپنے مال اور دولت اور مقام کی وجہ سے خود کو ایمان، علم اور دین سے بے نیاز سمجھتا ہے اور کلمۂ حق اور دعوت دین اور اللہ کے کلام کو سننے سے خود کو لاپرواہ اور اسے اپنے لیے غیر ضروری سمجھتا ہے، اور جھوٹی امیری نے اسے سرکش بنا دیا ہے، تو ان کی طرف توجہ کرتا ہے؟

فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰى ﴿۶﴾	اس کی طرف تو تم توجہ کرتے ھو (۶)

یعنی: آپ اس کی طرف متوجہ ہوکر اس سے بات کرتے ہیں، جب کہ وہ اپنی دولت اور مالداری کے زیر اثر آپ سے بے نیازی کا اظہار کرتا ہے، اور جو کچھ آپ لے کر آئے اس سے منہ موڑ لیتا ہے۔

وَمَا عَلَيْكَ اَلَّا يَزَّكّٰى ﴿۷﴾	حالانکہ وہ نہ سنورے تو تم پر کچھ (الزام) نہیں (۷)

(c) ketabton.com: The Digital Library

اگر وہ اپنے گناہوں سے پاک نہ ہو تو تجھے کوئی نقصان نہیں کہ اس کی وجہ سے اس کی ہدایت پانے کے لیے زیادہ کوشش میں ہو۔

وَاَمَّا مَنْ جَآءَكَ يَسْعٰى ۙ﴿۸﴾	اورجو تمہارے پاس دوڑتا ھوا آیا (۸)

"يَسْعٰى " یعنی: خیر کی طلب علم اور رہنمائی کی تلاش میں تمہاری طرف دوڑتا ہے۔

وَهُوَ يَخْشٰى ۙ﴿۹﴾	اور (خدا سے) ڈر تاھے (۹)

یعنی: وہ اللہ کے عذاب اور اس کی سزا سے ڈرتا ہے، اللہ تعالیٰ کا ڈر ہی آپ سے سوال کرنے کا سبب بنا تاکہ حلال کو جان لے اور اس پر عمل کرے، اور حرام کو پہچان کر اس سے بچے، جی ہاں! اللہ کے ڈر کے ساتھ نجات مل سکتی ہے۔

فَاَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰى ۚ﴿۱۰﴾	اس سے تم بے رخی کرتے ھو (10)

ابن کثیر کہتے ہیں کہ: اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو حکم دیا ہے کہ تبلیغ اور تحذیر کے کام میں کسی کو خاص نہ بنائیں، بلکہ برتر اور کمتر، فقیر اور مالدار، آقا اور غلام، مرد اور عورت، چھوٹے اور بڑے سب کو حق کا پیغام پہنچانے میں برابر رکھیں۔

محترم قارئین !

آیات مبارکہ(11 تا 23)میں ان موضوعات کے بارے میں بحث کی گئی ہے، کہ (1) یہ قرآن ہدایت ہے، (2) خدا کی نعمتوں کی ناشکری، (3) مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا۔

كَلَّاۤ اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ ﴿۱۱﴾	دیکھو یہ (قرآن) نصیحت ھے (۱۱)

رب تعالی فرماتے ہیں: بے شک یہ وعظ ونصیحت اللہ کی طرف سے ھے ، اور اس لیے ھے کہ انسانوں کو نصیحت حاصل ھو، اور یہ وہ چیزھے جس کی بندوں کی ضرورت ھے، پھر جب یہ واضح ھوگیا تو فرمایا: "فمن شاء ذکرہ" جو شخص چاھے اس پر عمل کرے ۔

جیساکہ رب تعالی نے ایک اورجگہ فرمایاہے: "وَقُلِ الحَقُّ مِن رَّبّكُم فَمَن شَآءَ فَليؤمِن وَمَن شَآءَ فَليكفُر" اور کھدو کہ حق تمہارے رب کی طرف سے ھے، توجوچاھے ایمان لائے اورجو چاھے کافررھے".

پھر اس نصیحت کی اہمیت، مقام ومرتبہ کو بیان کر کے فرمایا:

فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ ﴿۱۲﴾	پس جو چاھے اسے یاد رکھے (۱۲)

جو شخص پسند کرتا ہے کہ قرآن کریم کی نصیحتوں سے فائدہ اٹھائے تو ایسا عمل کرے، یعنی: خود کو وحی کے ذریعےمہذب بنائے، اپنے رویے اور عمل کو دین کے ساتھ مضبوط بنائے، اور عمل صالح کے ساتھ نفع بخش علم سے استفادہ کرے۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

فِيْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ ﴿١٣﴾	قابل ادب ورقوں میں(لکھا ہوا) (۱۳)

مقدّس اور پاک صحیفے جو اونچے مقام ومرتبہ والے اورھرقسم کی آفت اور شیطان کی دست رس سے دور ھیں ، بلکہ یہ صحیفے : "بِاَیْدِیْ سَفَرَةٍ " لکھنے والوں کے ھاتوں میں ہیں یہ وہ فرشتے ہیں جو اللہ اور بنددں کے درمیان سفیر ہیں۔

مَّرْفُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ ﴿١٤﴾	جو بلندمقام پررکھے ہوئے (اور) پاک ھیں (۱۴)

"تفہیم القرآن" کے مفسر لکھتے ہیں: یعنی: ہر قسم کی آمیزشوں سے پاک ہے، ان میں خالص حق کی تعلیم پیش کی گئی ہے، کسی بھی نوعیت کے باطل اور فاسد افکار ونظریات ان میں راہ نہیں پاسکتے ، جن آلودگیوں سے دنیا کی دوسری مذہبی کتابیں آلودہ کردی گئی ہیں، ان کا کوئی ادنی سا شائبہ بھی ان کے اندر داخل نہیں ہوسکا ہے، انسانی تخیلات ہوں، یا شیطانی وساوس، ان سب سے یہ پاک رکھے گئے ہیں۔

"مُّطَهَّرَةٍ": مُّطَهَّر :طُہر اور طہارت کے مادے سے ہے، یہ جسم کی پاکیزگی ہوسکتی ہے، اور روح و نفس کی پاکیزگی بھی۔

"مَّرْفُوْعَةٍ" آسمان میں بلند اور اونچا۔

بِاَیْدِیْ سَفَرَةٍ ﴿١٥﴾	(ایسے) لکھنے والے کے ھاتھوں میں (۱۵)

"سَفَرَةٍ"(سفیر: لکھنے والے) سفرہ: وہ فرشتے ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے انبیاء کے درمیان وحی پہنچانے کا کام انجام دیتے ہیں، یہ سفارت کے مادے سے لیا گیا ہے جو لوگوں میں اصلاح لانے کے لیے رفت و آمد کرے۔

مفسرین حضرات اس لفظ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

1 - اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حفاظ قرآن۔

2 - وہ فرشتے اور ملائک جو انسانوں کے لیے خدا کے سفیر ہیں، وہ فرشتے جو اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار اور مطیع ہیں، جنہوں نے اس قرآن کو لوح محفوظ میں درج کر رکھا ہے، فرشتوں کی ان صفات میں ہر وہ شخص شامل ہے جو مؤمن، نرم دل، پاکیزہ نیت والا، حافظ اور اللہ کی کتاب پر عمل کرنے والا ہو، وہ مؤمن جو قرآن کو ہاتھ میں لے کر اس کی تلاوت کرتا ہے۔

صحیح بخاری میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (مَثَلُ الَّذِی یَقْرَأُ الْقُرْآنَ وَهُوَ حَافِظٌ لَهُ مَعَ السَّفَرَةِ الْكِرَامِ الْبَرَرَةِ) ترجمہ:"جو شخص قرآن پڑھتا ہے اور وہ اس کا حافظ بھی ہو، وہ معزز اور نیک سفراء (فرشتوں) کے ساتھ ہوگا۔"

كِرَامٍ بَرَرَةٍ ﴿١٦﴾	جو سردار اورنیکو کارھیں (۱۶)

اس سے مراد وہ فرشتے ہیں جو اپنے رب کی بارگاہ میں بزرگ اور معزز ہیں،(لَّا یَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَیَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ ﴿٦﴾) جنہیں جو حکم اللہ تعالیٰ

(c) ketabton.com: The Digital Library

دیتا ہے اس کی نافرمانی نہیں کرتے، اور جو حکم دیا جائے بجالاتے ہیں، وہ گناہوں کی گندگی سے محفوظ ہیں اور عیبوں کے اثر سے آزاد ہیں۔

قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَآ اَكْفَرَهٗ ۝۱۷	انسان ھلاک ھوجائے کیسا ناشکرا ھے (۱۷)

(قُتِلَ الْإِنْسَانُ) " کافر آدمی پر لعنت" (مَآ اَكْفَرَهٗ) کیسا ناشکر انسان ہے، کتنا بے ایمان کافر ہے۔

اللہ تعالیٰ کافر پرلعنت کرے اس کا کفر کتنا شدید اور اس کا انکار کتنا بڑا ہے، احسان فراموش ہے، اور رحمت والے رب کی نافرمانی کرتا ہے، شیطان کی اطاعت کرکے قرآن کو جھٹلاتا ہے۔

شان نزول آیت 17:

ابن منذر عکرمہ سے نقل کرکے فرماتے ہیں: جب ابولہب کے بیٹے "عتبہ" نے کہا: "کفرت برب النجم"میں ستاروں کے رب پر یقین نہیں رکھتا، یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی۔

مِنْ اَيِّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ ۝۱۸	اسے (خدا نے) کس چیزسے بنایا (۱۸)

کہ اس طرح تکبر کرکے انکار کرتا ہے۔

مِنْ نُّطْفَةٍ ۝ خَلَقَهٗ فَقَدَّرَهٗ ۝۱۹	نطفے سے بنایا ، پھر اس کا اندازہ مقرر کیا(۱۹)

یعنی اس نے اسے ہزاروں نطفوں میں سے کم حیثیت والے پانی سے پیدا کیا، کہ اللہ نے اسے حکم دیا ہے، لہٰذا اس کے لیے مناسب نہیں ہے کہ وہ تکبر کرے؟ "فَقَدَّرَہٗ" اس کے لیے ایک اندازہ مقرر کردیا۔

ابن کثیر فرماتے ہیں: اس کا مطلب یہ ہے کہ اس نے اس کی موت اور عمل کا وقت متعین کر لیا ہے، اور یہ طے کرلیا ہے کہ وہ نیک بخت ہے یا بد بخت۔ (مختصر:600/3)

مفسرین اپنی تفاسیر میں اس آیت کے متعلق لکھتے ہیں:

1- اللہ تعالیٰ نے انسان کو مرد کے تناسل کی نالی اور عورت کے رحم میں ایک حقیر نطفے سے پیدا کیا ہے، پہلے نطفہ سے اور پھر علقہ اور خون کے لوتھڑے سے اور پھر گوشت کے ایک ٹکڑے سے تو تم کیوں تکبر کرتے ہو؟

2- اے انسان تو تو ایک حقیر نطفہ تھا، پھر اللہ نے تیرے جسم کے تمام اعضاء بنائے، اور تجھے خوبصورت اور مکمل بنایا تو کیوں غرور کرتا ہے؟

3- اللہ تعالیٰ نے تجھے کھڑے ہونے کی طاقت دی ہے اورتجھے کامل اور نعمتوں سے بھرا ہوا پیدا کیا ہے توتم کیوں تکبر کرتے ہو؟

4- اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایک حقیر نطفے سے اور کئی مراحل میں پیدا کیا ہے، سب سے پہلے نطفہ، پھر علقہ، اس کے بعد مضغہ،تو کیا جس کی حالت ایسی ہو اس کے لیے مناسب ہے کہ اللہ کا انکار کرکے متکبر بن جائے،

(c) ketabton.com: The Digital Library

اور رب سے خود کو بے نیاز سمجھے؟ انسان کو چاہئیے کہ اپنی ابتداء،انتہاء اور درمیان کو دیکھے، اس کی ابتداء ایک بوسیدہ نطفہ ہے اور اس کا انجام بدبودار لاش اور ان دونوں کے درمیان نجاست ہے، تو ایسے انسان کیوں کفر کرے اور کیوں تکبر کرے۔

ثُمَّ السَّبِيْلَ يَسَّرَهٗ۝۲۰	پھر اس کے لیے رستہ آسان کردیا (۲۰)

یعنی: پھر ماں کے پیٹ سے نکلنے کا راستہ، اس کے روزی کا راستہ، اس کی خوشی کا راستہ سھل اور آسان بنادیا، اگر اللہ تعالیٰ ماں کے پیٹ سے نکلنے کا راستہ آسان نہ بناتا تو کیسے پیدا ہوتا؟

حسن بصری ؒ فرماتے ہیں: وہ آدمی جو تناسل کی نالی سے دو دفعہ نکلا وہ کیسے تکبر کرتا ہے،(تفسیر قرطبی: 216/19)۔

لیکن جیسا کہ اس نے باہر سے وحی بھیجی ہے، اندر سے اس نے ہنراور صلاحیتیں دی ہیں تاکہ انسان قدم بہ قدم وحی پر عمل کرسکے اور اس کے مطابق زندگی گزارے۔

ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ۝۲۱	پھر اسکوموت دی، پھر قبرمیں دفن کرایا (۲۱)

یعنی: اس کے لیے عزت کے طور پر قبر مقرر کی ہے تاکہ اس میں چھپ جائے، ورنہ یہ سڑ جاتا اور بدبو پکڑتا، اور وحشی جانوروں، درندوں اور پرندوں کی خوراک بن جاتا۔

خازن نے کہا: اس طرح اس نے انسانوں کو دوسرے جانوروں پر فضیلت دی ہے۔

ثُمَّ اِذَا شَآءَ اَنْشَرَهٗ۝۲۲	پھر جب چاھے گا اسے اُٹھا کھڑا کرے گا (۲۲)

یعنی: مرنے کے بعد اسے حشر اور جزا و سزا اور حساب کتاب کے لیے زندہ کرے گا، (تفسیر خازن:210/4)

"اِذَا شَآءَ" جب اللہ تعالیٰ چاہے گا اور حکم کرے گا یہ وقت اور زمانہ ہمارے ہاتھ میں نہیں ہے۔

كَلَّا لَمَّا يَقْضِ مَآ اَمَرَهٗ۝۲۳	کچھ شک نہیں کہ خدانے اسے جو حکم دیا اس نے اس پر عمل نہ کیا (۲۳)

اس کافر کو اپنے غرور اور تکبر سے باز آنا چاہیے، کیونکہ اس نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کردہ فریضہ کو ادا نہیں کیا اور وہ عبادات ادا نہیں کیں جو اللہ نے اس پر فرض کی ہیں۔

علامہ ابن کثیر ؒ نے " كَلَّا لَمَّا يَقْضِ مَآ اَمَرَهٗ" کو "ثُمَّ اِذَا شَآءَ اَنْشَرَهٗ" سے متعلق رکھا ہے، یعنی جب چاہے گا زندہ کرکے اٹھائے گا، اور کسی کو بولنے کی جرأت اور گنجائش نہیں ہے، ابھی ایسا نہیں کیا جاسکتا کیونکہ دنیا کی آبادی

(c) ketabton.com: The Digital Library

کے متعلق اس کا جو حکم کونی و قدری ہے وہ ابھی تک اس نے ختم نہیں کیا، "تفسیر کابلی".

(آیات مبارکہ : 24 تا 42) میں: الہٰی نعمتیں جن کی انسانوں کو ضرورت اور احتیاج ہے، اور قیامت کے دن کا خوف اور ڈر زیر بحث آیا ہے۔

فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ إِلٰى طَعَامِهٖٓ ۲۴	توانسان کو چاهیئے که اپنے کهانے کی طرف نظر کرے (۲۴)

اس مبارک آیت میں کهانے کی طرف توجه کرنے کی ضرورت کا ذکر کیاگیاهے، بلا شبه آیت کا ظاهری مفهوم وه جسمانی غذائیں هیں جن کی طرف آنے والی آیات میں اشاره کیاگیاہے، لیکن روح کی عذا کے لیے بهی ان آیات سے دلیل لی جاسکتی هے .

دوسرے الفاظ میں : جیسا که انسان مرکب هے روح اور جسم سے ، جس طرح جسم کو مادی غذا کی ضرورت هے اسی طرح روح کو بهی روحانی غذاکی ضرورت هے۔

مفسرین کرام اپنی تفسیروں میں لکهتے هیں که اس آیت کا معنی و مفهوم عام ہے۔

انسان کو چاہیے کہ اس خوراک کو دیکھے جو اس کی زندگی کا سرچشمہ ہے، کہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر اور تدبیر سے کیسے کامل ہوا ہے، شاید پھر یہ الله کو یاد کرے اور الله کا شکر اد کرے۔

أَنَّا صَبَبْنَا الْمَآءَ صَبًّا ۲۵	بیشک هم هی نے پانی برسایا (۲۵)

یعنی: اپنی قدرت سے ہم نے شاندار طریقے سے بادلوں سے پانی برسایا، اس میں برکتیں، نشوونما اور زندگی ہے، انسانوں، حیوانوں اور پودوں کو زندگی فراہم کرتا ہے۔

ثُمَّ شَقَقْنَا الْأَرْضَ شَقًّا ۲۶	پهر هم هی نے زمین کو چیرا پهاڑا (۲۶)

اس کے بعد ہم نے زمین کی مٹی کو اس کے سائز کے مطابق پودے اُگا کر، بغیر کسی زیادتی یا کمی

کے، بلکہ حکمت کے ساتھ ہم نے اس کو پھاڑا تاکہ پودے کی کونپل اس سے نکل آئے، اس لیے اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے پھلوں کی اقسام میں سے آٹھ پھلوں کا ذکر کیا ہے۔

فَأَنْبَتْنَا فِيهَا حَبًّا ۲۷	پهرهم هی نے اس میں اناج اُ گایا (۲۷)

یعنی: نتیجے کے طور پر ہم نے زمین سے گندم، جو اور جوارکی فصل نکالی، تاکہ متعدد اقسام اور مختلف ذائقوں کے ساتھ انسانوں اور حیوانوں کی خوراک بنیں۔

وَّعِنَبًا وَّقَضْبًا ۲۸	اور انگور اور ترکاری (۲۸)
وَّزَيْتُوْنًا وَّنَخْلًا ۲۹	اور زیتون اورکهجوریں (۲۹)

(c) ketabton.com: The Digital Library

اللہ تعالیٰ نے یہاں تین پھل: انگور، زیتون اور کھجور کا ذکر فرمایا، اور اس کی دلیل یہ ہے کہ ان پھلوں کی خصوصیات اور فوائد بہت زیادہ ہیں اور پھلوں کے بادشاہ کے طور پر معروف و مشہور ہیں۔

وَّحَدَآئِقَ غُلْبًا ﴿٣٠﴾	اور گھنے گھنے باغ (٣٠)

نخل: غَلب: کھجور کا اصلی درخت، یہ مضبوط اور موٹا ہوتا ہے جو کہ بہت زیادہ ثمر آور اور کھجور کے باغات میں بڑی تعداد میں ہوتاہے۔

وَّفَاكِهَةً وَّاَبًّا ﴿٣١﴾	اور میوے اور چارا (٣١)

"فَاكِهَةً": ہر وہ چیز ہے جس کا پھل لوگ کھاتے ہیں، اسے عمومی طور پر ذکر کیا تاکہ اس کی تمام اقسام شامل ہوں۔

مفسر قرطبی فرماتے ہیں: "ابّ" ایسی گھاس کو کہتے ہیں جسے جانور کھاتے ہیں، (قرطبی:220/19)۔

مَّتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ ﴿٣٢﴾	(یہ سب کچھ) تمہارے اور تمہارےچارپایوں کیلئے بنایا (٣٢)

ابن کثیر فرماتے ہیں: یہ آیات بندوں کے احسان جھٹلانے پر دلالت کرتی ہیں، اور مردہ نباتات

کے اگنے کا ذکر کرتے ہوئے یہ استدلال کرتا ہے کہ وہ بوسیدہ ہڈیوں اور ٹوٹے ہوئے اعضاء بن جانے کے بعد دوبارہ اس طرح زندہ کئے جائیں گے۔(مختصر 601/3)

فَاِذَا جَآءَتِ الصَّآخَّةُ ﴿٣٣﴾	تو جب (قیامت کا) غُل مچے گا (٣٣)

الصَّآخَّةُ: ایک زور دار چیخ ہے، کانوں کے پردے پھاڑنے والی نفخہ ثانیہ ہوگا جس دن اسرافیل کی خوفناک آواز کانوں کو بہرا کردے گی، اور دلوں میں خوف و ہراس بٹھائے گی، "صخ" ایک لوہے کو دوسرے لوہے پر مارنا، یا لاٹھی کا دوسری لاٹھی پر مارنا کہ جس سے کان پھاڑنے والی آواز پیدا ہوجائے۔

بیان فرمایا: دوسری دنیا میں قیامت اور بنی نوع انسان کے انجام کی وضاحت کی اور فرمایا: (فَاِذَا جَآءَتِ الصَّآخَّةُ) شاید قیامت کو "صَّآخَّہ" کہنا اس بات کی دلیل ہوکہ نفخہ ثانیہ اتنی شدید اور سخت ہوگی کہ کانوں کو پھاڑ دے گی اور بہت سارے لوگ بہرے ہوجائیں گےاس کے بعد رب تعالیٰ فرماتے ہیں:

يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ ﴿٣٤﴾	اس دن بھائی اپنے بھائی سے دور بھاگے گا (٣٤)

جس دن انسان اپنے بھائی سے قربت، شفقت اور رشتہ داری کے باوجود دور بھاگے گا، اس کا مطلب یہ ہے کہ بھائی چارہ اور فائدہ نفع کچھ بھی نہیں ہے کیونکہ حالات سب کچھ سے بڑھ کر ہے، قیامت بھاگنے کا دن ہے بھائی کا بھائی سے فرار، اولاد کا ماں باپ سے بھاگنا، شوہر بیوی سے اور باپ بیٹے سے۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

وَأُمِّهِ وَأَبِيهِ ﴿٣٥﴾	اور اپنی ماں اور اپنے باپ سے (۳۵)

یعنی: روزِ قیامت محشر کے میدان میں حساب کتاب کے لیے کھڑے رہنا اس قدر ہولناک اور شدید ہوگا کہ انسان اپنے والدین سے بھاگے گا اور انہیں اپنی نیکیاں نہیں دیگا، جی ہاں! بعض ایسے امور نے اسے والدین سے مصروف کردیا ہوگا کہ جس نے اس کی عقل چرا لی ہوگی، اس کے خیالات کو خوف زدہ کردیا ہوگا، اور انکھوں کو بے حس کردیا ہوگا۔

وَصَاحِبَتِهِ وَبَنِيهِ ﴿٣٦﴾	اور اپنی بیوی اور بیٹوں سے (۳۶)

کیونکہ حد سے زیادہ ڈر اور اس دن کی ہولناکی اور وحشت نے اسے دہشت زدہ کردیا ہوگا، اپنے بچوں کے ساتھ بے پناہ شفقت و مہربانی رکھنے کے باوجود بھی ان سے بھاگے گا، جی ہاں! ایک دوسرے کے ساتھ میل ملاپ اور رحجان ختم ہوجائیں گے، باہم ربط و روابط ٹوٹ چکےہوں گے اور رشتہ داریاں ختم ہوچکی ہوں گی، ان کے فرار کا سبب زیادہ ڈر اور خوف، قیامت کاشورش اور ہولناکی کے سوا کچھ نہیں، جیسا کہ حدیث مبارکہ میں آیا ہے: (تحشرون حفاة عراة مشاة غرلا، قال: فقالت زوجته: يا رسول‌الله، ننظر أو يري بعضنا عورة بعض؟ قال: لكل امريء منهم يومئذ شأن يغنيه) ترجمہ: "قیامت کے دن لوگ اٹھائےجائیں گےننگے پاؤں، ننگے بدن، بن ختنہ کئے ہوئے"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! کیا ہم ایک دوسرے کے سترکو دیکھیں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہاں ہر ایک کی ایسی حالت ہوگی کہ اسے دوسرے سے بے پروا کرے گی اس دن ہر کوئی ایسے ڈر، خوف، اور پریشانی میں مبتلا ہوگا کہ کوئی بھی اس کام کی طرف دھیان نہیں دے گا۔

لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُغْنِيهِ ﴿٣٧﴾	ہرشخص اس روز ایک فکر میں ہوگا، جو اسے بے پروا کردے گا (۳۷)

اس دن ہر ایک کی مشکل صورتحال ہوگی جس نے اس کے دل کو مصروف اور عقل کوزائل کردیا ہوگا، اس انداز سے کہ اپنے دوستوں کو بھول کر اپنے یاروں سے غافل ہوگا، اور اپنی رشتہ داریاں اور روابط چھوڑ کر خود میں مصروف ہوگا، قیامت کے دن قرابت داری ختم ہوگی اور دوسروں کی طرف دیکھنے کی فرصت نہیں ہوگی۔

علماء اور مفسرین نے لوگوں کے ایک دوسرے سے بھاگنے اور ڈر کی دلیل کے طور پر درج زیل تشریح کی ہے:

1- ایک شخص کو یہ خوف لاحق ہوگا کہ اس کی نیکیاں نہ چھین لی جائیں، اس لیے ممکن ہے کہ دنیا میں کسی کا حق اس پر باقی ہو۔

2- ہر کوئی ذات میں مشغول ہوگا، اور اپنے بارے میں سوچتا ہوگا، حتی کہ انبیاء اور سب کہیں گے: نفسی، نفسی۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

3 - ہر کوئی دوسرے سے نیکی مانگے گا۔
4 - وہ بھاگے گا تاکہ دوسروں کے تقاضوں کا سامنا نہ کرنا پڑے، وہ بھاگے گا تاکہ دوسرے اس کو رسوا ہوتا ہوا نہ دیکھیں۔
5 - وہ بھاگے گا تاکہ اپنے کام مکمل کرے، اور اس کا فیصلہ جلد از جلد واضح ہوجائے۔

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ ﴿٣٨﴾	اور کتنے چہرے اس روز چمک رہے ہوں گے (٣٨)

"مُسْفِرَة" "روشن اور چمکدار" ایسا چہرہ کہ دلی خوشی اس کی چمک سے عیاں ہوں، اس دن مؤمنوں کے چہرے ایسے ہوں گے، چمکتے دمکتے، خوشخبری ملنے پر یہ چمک ہوگی، خوشی حاصل ہونے پر اس کو یہ روشنی ملی ہوگی، سرور سے درخشاں ، اس کو نور اور روشنی نے احاطہ کیا ہوگا۔

ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ ﴿٣٩﴾	خندان وشادان (یہ مؤمنانِ نیکوکار ہیں) (٣٩)

یعنی وہ خدا کی نعمتوں اور کرم کو دیکھ کر بہت خوش اور سرور ہونگےاور ان دائمی اور ہمیشگی والی
نعمتوں کے حاصل ہونے پر خوشحال ہوں گے۔
"مُسْتَبْشِرَة" اس خوشی کی خبر سننے کے بعد گال اور کھل جائیں گے، نہیں بھولنا چاہیے کہ: قیامت کے دن ہنسنا اور خوش ہونا یہ روشن مستقبل کی بشارت ملنے کی وجہ سے ہے، اس دنیا میں گناہوں سے آلودہ ہونا قیامت کے دن چہرے کو آلودہ کرنے کا سبب بنے گا۔

وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ﴿٤٠﴾	اورکتنے چہرے ہونگے جن پر گَرَد پڑرہی ہوگی (٤٠)

یعنی: بہت سے چہرے اور بھی ہوں گے جو اداسی، ندامت، غم، پشیمانی، اور جرم کی دھول سے ڈھکے ہوئے ہوں گے، اور وہ لکڑیوں کی طرح آدھے جلے ہوئے ، اس لیے کہ وہ دیکھ لیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے سخت عذاب ان کے لیے تیار کیا ہے، رب کا عطا کیا ہوا انسانی چہرہ گناہ کی وجہ سے سیاہ ہوجاتا ہے اور بُرےنقاب سے ڈھانپ لیا جاتا ہے۔
"غَبَرَةٌ" اس پر غبار لگا ہوا ہوگا، رنجیدہ خاطر اور غمزدہ۔

تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ﴿٤١﴾	(اور) سیاہی چڑھ رہی ہوگی (٤١)

یعنی: گناہوں کا اندھیرا، غلطیوں کی سیاہی اور معاصی کی تاریکیوں نے ان کے چہروں کو ڈھانپ لیا ہوگا، کیونکہ انہوں نے عذاب اور سزا دیکھی ہوگی۔
مفسر نسفی لکھتے ہیں: تو اس سے زیادہ خوفناک حالت نہیں دیکھو گے کہ ایک چہرہ میں غبار اور کالا پن اکٹھا ہو۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

یہ آیات قیامت کے دن لوگوں کو دو گروہوں میں تقسیم کرتی ہیں: (1)اہل سعادت،(2)اور اہل شقاوت: دو گروہ اپنی علامت اور چہروں سے پہچانے جائیں گے، چونکہ انسان کا چہرہ اس کی سیرت کا آئینہ ہے، اس کا اندرونی غم اور خوشی اس کے چہرے سے ظاہر ہوتی ہے، یہ سورت دنیا میں حق سے منہ پھیرنے سے شروع ہوتی ہے، اور آخرت میں چہرہ دھوئیں سے آلودہ ہونے پر ختم ہوتی ہے۔

أُولَٰئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ ﴿٤٢﴾	یہ کفّار بدکردار ھیں (۴۲)

یہ وہی کفار ہیں جو دنیا میں کفر اور گناہوں میں زندگی گذارتےرہے، اور اسی حالت پر فوت ہوئے ، یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے ایمان کو کفر کے پردے سے ڈھانپا ہے، اور اللہ کی کتاب اور اس کے پیغمبر کو جھٹلایا اور ایسے بدکار ہیں جو معصیت اور گناہوں کے مرتکب ہوئے ہیں، اور رسالت کا انکار کرکے گمراہی کا راستہ اپنائے ہوئے ہیں،یہ وہ لوگ ہیں جن کے ایمان مختلف بیماریوں جیسے نفاق اور ریا کے ساتھ خلط ملط ہوئے، اللہ کی اطاعت سے دور، واجبات کو چھوڑ کر ریا، زنا، اور خون ریزی جیسے محرمات کے مرتکب ہوئے۔

مفسر صاوی فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے ان کے چہروں پر سیاہی کے ساتھ ساتھ گرد و غبار کا بھی اضافہ کیا ہے، کیونکہ وہ لوگ کفر کے ساتھ فساد اور تباہ کاری کے بھی ذمہ دار ہیں۔

اس طرح اس سورت کی ابتداء اور انتہا ہم آہنگ ہے۔

سورہ کا آغاز معیار اور پیمانہ کی حقیقت بیان کرتا ہے، اور سورہ کا اختتام اس معیار، کسوٹی اور پیمانے کے نتیجہ پر بحث کرتی ہے، یہ مختصر سورت ان تمام عظیم حقائق، بڑے مناظر اور اہم امور کے بارے میں کانوں تک پیغام پہنچاتی ہے، اور ان تمام امور کو واضح اور عمدگی کے ساتھ بیان کرتی ہے۔

اس سورہ کے مخاطب کون ھے؟

سورہ عَبَسَ کے متعلق صحیح حدیث موجود ھے کہ اس سورہ کےمخاطب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ھیں۔

قاضی عیاض اور دوسرے علماء اھل سنت نے کھاھے کہ یہ سورت کسی اور کے بارے میں نہیں بلکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق نازل ھوئی ھے ۔

امام ترمذی اور حاکم حضرت عایشہ رضی اللہ عنھا سے روایت کرتے ہیں:

«أنزلت: عبس وتولي» في ابن أم مكتوم الأعمي أتي رسول الله صلى الله عليه وسلم فجعل يقول: يا رسول الله أرشدني، وعند رسول الله صلي الله عليه وعلي آله وسلم رجل من عظماء المشركين، فجعل رسول الله صلي الله عليه وعلي آله وسلم يعرض عنه، ويقبل علي الآخر. ويقول: تري بما أقول بأسا ففي هذا نزل. ترمذي (3331)۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

یعنی : ابن أم مکتوم نابینا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضرہوکرکہا: اے رسول خدا !سیدھے راستے کے طرف میری راھنمائی کیجئے تاکہ میں کامیاب ہوجاؤں ، اسی دوران قریش کا ایک سردار آپ کے پاس بیٹھا ہوا تھا ، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن أم مکتوم سے منہ موڑا اس سردار کی طرف اپنا رخ کیا، اورکہا ، کیا آپ میری باتوں کی اھمیت وقوت سمجھ رھے ہو؟ اس غافل آدمی نے کہا؟ نہیں ، پھر اللہ تعالی نے یہ سورت نازل فرمائی۔

عصر حاضر کے محدث عبد الرزاق مھدی نے سیوطی کی کتاب "اسباب النزول" کی تحقیق میں کہا ھے:کہ یہ حدیث صحیح ھے ،اسے ترمذي 3331، ابن حبان 535، حاکم 2 / 514 اور واحدي نے 845 روایت کیاھے ۔

حاکم کہتے ھیں کہ: یہ حدیث امام بخاري اور مسلم کی شرط پر صحیح ھے۔

شیخ البانی بھی اس حدیث کو صحیح مانتےھیں: صحیح الترمذي (3331).

ابویعلی نے انس سے ایسی ھی روایت نقل کی ھے ، لیکن اس آدمی کا نام انھوں ابن خلف ذکر کیاھے۔

طبری نے صفحہ 33624 پر قتادہ اور انس سے روایت کیا ھے کہ اس کی اسناد حسن ھے، (مسند ابویعلی 5 /431 دارالمأمون للتراث دمشق)

عبدالرزاق "تفسیر قرآن" میں صفحہ 3494 پر قتادہ نے انس کو ذکر کئے بغیر روایت کیا ھے، اس تفصیل کے ساتھ سابقہ حدیث کے لیے شاہد ھے ، تو متعلقہ صحیح حدیث کی بنا پر (جس کے دوسری شواھد بھی ھیں) معاملہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عبداللہ بن أم مکتوم کے ساتھ سلوک اور رویہ سے متعلق ہے۔

یادر ھے کہ : ابن أم مکتوم کا عذر بھی یھی تھا کہ ان کو معلوم نہیں تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی اور کے ساتھ باتوں میں مصروف ہیں، اور اس امید کے ساتھ ان سے محو گفتگو ھیں کہ وہ مشرف بہ اسلام ھوجائے۔

ابن کثیر میں ایک روایت ھے: کہ حضرت عبد اللہ ابن أم مکتوم نابینا صحابی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے تقاضا کیا کہ قرآن مجید کی کوئی آیت اُسے سکھادیں ، اس سوال کے جواب کا فوری اصرار کر رھے تھے، جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کے سرداروں کو تبلیغ کرنے میں مصروف تھے جن میں : عتبہ بن ربیعہ، ابوجھل بن ھشام اور حضرت عباس بن عبد المطلب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چاچا جو کہ اس وقت تک مشرف بہ اسلام نہیں ھوئے تھے شامل تھے۔

اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم عبد اللہ بن أم مکتوم کے جلدی جواب لینے پر اصرار سے ناراض ھوگئے، کیونکہ عبد اللہ بن أم مکتوم پختہ مسلمان تھے اور ھمیشہ منظر میں موجود رھتےتھے، کسی دوسرے وقت میں پوچھ سکتےتھے، ان کو تأخیر سے جواب دینے میں کسی دینی خسارے اورنقصان کا ڈر نہیں تھا

(c) ketabton.com: The Digital Library

، رؤسائے قریش کے برعکس کہ وہ دین سے دور تھے ، اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کا دین کو ان تک پھنچارھے تھے ، اور وہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو سن رھے تھے، اس لیے اس بات کا امکان تھا کہ وہ ایمان لاتے، اگر ان سے گفتگو منقطع ھوجاتی تو ان کی دین سے محرومی واضح تھی۔

اس حالت کی بنا پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد اللہ بن ام مکتوم کے سوال کا جواب دینے سے منہ موڑا اور اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کیا، اورکفار قریش کے ساتھ دعوتی گفتگوجاری رکھی۔

اس مجلس کے اختتام پر سورہ عبس کی یہ آیات نازل ہوئیں جن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس طرح کے رویے میں بہتری لانے کی طرف توجہ دلائی گئی۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال تھا کہ جو مسلمان آداب مجلس کا لحاظ نہیں رکھتا اسے کسی قدر تنبیہ کی ضرورت ھے، تاکہ آیندہ مجلس کے آداب کا خیال رکھے ، اس بنا پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن ام مکتوم سے منہ موڑا۔

دوسری وجہ یہ تھی کہ: ویسے تو کفروشرک سب سے بڑے گناہ ھیں ، عبداللہ بن أم مکتوم کو دین کے فروعی احکام کی تعلیم دینے پر انہیں مقدم کرنا افضل تھا۔

لیکن حق تعالی جلہ شأنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس خیال کی تائید نہیں فرمائی، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو متوجہ کردیاکہ یہاں یہ بات اھم ھے کہ جو شخص آپ سے جواب مانگنے پر مصرھے، اس کے سوال کا جواب دینے کا فائدہ یقینی ھے ۔

جبکہ آپ کی گفتگو ایسے آدمی کے ساتھ کہ جو آپ سے بات کرنا نہیں چاھتا تو یہ ایک موھوم اور غیر یقینی بات ھے، ایک غیر یقینی امر کو یقینی امر پر ترجیح نہیں دینی چاھیے، عبد اللہ بن ام مکتوم نے جو مجلس کے آداب کے خلاف عمل کیا تھا اس کا عذر قرآن کریم نے لفظ"اعمی" کے ساتھ بیان فرمایا کہ وہ نا بینا تھے، جس کی وجہ سے دیکھ نہیں سکتےتھے، کہ آ پ صلی اللہ علیہ وسلم کس کام میں مصروف ھیں، او ر کن لوگوں سے گفتگو فرمارھے ہیں، اس لیے وہ معذور تھے نظرانداز کرنے کے مستحق نہیں تھے۔

اس سے پتہ چلتاھے کہ اگر کوئی معذور آدمی مجلس کے آداب کے برخلاف کوئی کام کر ے تو وہ ملامت و مذمت کا مستحق نہیں ھے ۔

(عَبَسَ وَتَوَلَّى) "**عَبَسَ**" به معني تيوری چڑھا نا ، يعني چهرے پر ناگواري کا ظاهر هونا ، و "**وَتَوَلَّى**" به معنی منه موڑنے کے هے۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

یهاں حاضرکے صیغے سے مخاطب کرنے کا موقع تها، لیکن یه قرآن کریم کا اعجاز هے که صیغه حاضر کی جگه غائب استعمال هوا، که سرزنش کےموقع پر بهی نبی کریم صلی الله علیه وسلم کےاحترام کا لحاظ رکها گیا۔

یا اس طرح که غائب کا صیغه استعمال کرنے سے یه ابهام باقی رها که گویا یه کسی دوسرے شخص نے کیاهے، اور اس طرف اشاره کردیا که ایسا رویه آپ کے شایان شان نهیں تها، اور دوسرے جملے میں آپ صلی الله علیه وسلم کے عذر کی طرف متوجه کردیا:

(ومایدریک) آپ کو کیا معلوم تها ؟ یهاں نبی کریم صلی الله علیه وسلم کے اعراض کی وجه بیان فرمائی که آپ کومعلوم نهیں تها ، که جو کچھ یه صحابی سیکهیں گے اس کا اثر یقینی هے ، اور دوسروں کےساتھ کی جانی والی گفتگو کا اثر موهوم اور غیر یقینی هے،۔

نیز بعد والے جملے میں غائب کا صیغه چهوڑ کر مخاطب کاصیغه استعمال کیا ، یه آپ صلی الله علیه وسلم کی تکریم اور تسلی کے لیے هے، اگر خطاب کے صیغے میں لفظ "کلا " کا استعمال نهیں هوتا تو یه شبه باقی رهتاکه اس رویه کی ناپسندیدگی کی وجه سے مخاطب قرار نهیں دیئے گئے، تو یه معامله آپ صلی الله علیه وسلم کے لیے تکلیف ده هوتا۔

تو اس بنا پر جیسے پهلے جملے میں غائب کے صیغے لانے میں آپ صلی الله علیه وسلم کی تکریم کو ملحوظ خاطر رکها گیا، بالکل اسی طرح بعد والے جملے میں بهی صیغه خطاب کا لانا آپ صلی الله علیه وسلم کی تسلی اور تکریم واحترام کے واسطے هے۔

(لَعَلَّهُ يزَّكَّى، أَوْ يذَّكَّرُ فَتَنفَعَهُ الذِّكْرى) یعنی آپ صلی الله علیه وسلم کو کیا معلوم تها که یه صحابی جو کچھ حاصل کریگا اس کا فائدیقینی هے ، چنانچه اسے تعلیم دینی چاهیے تاکه اس سے وه اپنے نفس کا تزکیه کرے، اور کمال حاصل کرے، اگر یه نه هوتا تو کم ازکم الله تعالی کے ذکر کےابتدائی فوائد سے مستفید هوتا، اورپهر اس کے اثر سے اس کےقلب میں محبت اور خدا تعالی کا خوف زیاده هوتا۔

لفظ " ذکری " به معنی کثرت ذکر کے هے ، قرآن کریم نےیهاں دوجملے ذکرکیے: "يَزَّكّى" اور "يَذَّكَّرُ" پهلے کا معنی پاک اور صاف هونے کا هے، اور دوسرے کا معنی نصیحت حاصل کرنے اور نصیحت سے متأثر هونے کاهے ۔

پهلا اتقیاء اور نیک لوگوں کا مقام هے، که اپنےنفس کو هرقسم کے ظاهری اورباطنی ناپاکی سے پاک وصاف رکهتے هیں، ور دوسرا مقام ابتدائی سالک کا ہے ، جو که اس راستے پر پهلی بار چل پڑاهے، مبتدی بن کر، اسے الله

(c) ketabton.com: The Digital Library

تعالی کا ذکر سکھایا جاتاھے، تاکه اس سے خدا کی عظمت اور خوف اس کے دل میں پیدا هوجائے ۔
مطلب یه هے که اس کی تعلیم یا اسے سکھا نا کسی بھی حالت میں فائده سے خالی نهیں تھا، چاهے وه کامل نفع هو، جس سے نفس کا مکمل تزکیه هوتاھے، یا ابتدائی نفع که الله تعالی کی یاد، ذکر اورخوف اس کے دل میں بڑھ جاتا، دونوں جملوں کے درمیان لفظ تردیدی "او" آیاھے،تا که ان دونوں حالتوں میں سے کوئی ایک حالت حاصل هوجائے، یهاں "مانعة الخلو" کی صورت هے ، یعنی یه احتمال بھی هے کہ دونوں منافع ایک ساتھ حاصل ہوں ، که ابتداء میں نصیحت اور تذکیرحاصل هو، اور آخر میں تزکیه نفس میسّرآجائے ، "مانعة الجمع" نهیں هے که دونوں ایک ساتھ جمع نه هوں۔ " مظهری"

انبیاء کا معصوم هونا

الله تعالی کے تمام پیغمبر دین اور شریعت کی تبلیغ میں معصوم هیں: اس کا معنی یه هے که : جو کچھ الله تعالی کی طرف سے آجائے اس میں کمی بیشی کے بغیر لوگوں تک پهنچادیتے هیں: الله تعالی اپنے نبی کے بارے میں سورة الحاقه میں فرماتا هے: وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَينَا بَعْضَ الْأَقَاوِيلِ * لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيمِينِ * ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ * فَمَا مِنكُم مِّنْ أَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِينَ * وَإِنَّهُ لَتَذْكِرَةٌ لِّلْمُتَّقِينَ (سوره الحاقه 44-48).
یعنی اگرهم پر جهوٹ باندهتا، توهم اسے سختی سے پکڑتے اور هم اس کے دل کی رگ کاٹ دیتے، اور تم میں سے کوئی بھی اس کوسزا دینے سے نهیں بچاسکتاتھا، اوریه یقینًا پرهیزگاروں کے لیے نصیحت هے ۔
رب تعالٰی نے اپنے پیارے نبی علیه السلام سے فرمایا: يا أَيهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيكَ مِن رَّبِّكَ وَإِن لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ وَاللهُ يعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ (سوره مائده 67)
اے پیغمبر ! جو کچھ تیرے رب کی طرف سے تجھ پر نازل هوا اس کی تبلیغ کر، اگر ایسا نهیں کیا تو تم نے اس کا پیغام نهیں پهنچایا، اور الله تعالی تجھے لوگوں کے شر سے محفوظ رکھے گا۔
اس بنا پر یه ممکن نهیں هے که الله کے بھیجے هوئے انبیاء دین اورشریعت میں سے کوئی چیز بھول جائیں اور لوگوں تک نه پهنچائیں ، یا اسے بدل دیں یا چھپادیں ، پیغمبر صلی الله علیه وسلم نے بھی دین کو مکمل طور پر لوگوں تک پهنچادیا اور ان کے سامنے پیش کردیا ۔
الله تعالی نے حجة الوداع کے موقعے پر یه آیت مبارکه نازل فرمائی: (الْيوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الإِسْلاَمَ دِينًا) (سورة المائدة آیت : 4) ترجمه: آج میں نے تمهارے لیے تمهارا دین مکمل کردیا، اور اپنی نعمت تم پر پوری کردی، اور اسلام بطور دین کے تمهارے لیے پسند کیا۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

نیز اللہ تعالی کے تمام پیغمبر کبائر کے ارتکاب سے معصوم تھے، جیساکه شیخ الاسلام ابن تیمیه رحمه الله نے کهاهے: عالم اسلام کے اکثر علماء اور تمام فرقے کهتے هیں که : انبیاء علیهم السلام کبائر کے ارتکاب سے (نه که صغائر) معصوم تھے، اور أهل تفسیر وحدیث اور فقهاء کا بهی یهی کهناهے، بلکه اس بات کا ذکر کهیں نهیں ملتا که سلف امت او رأئمه دین، صحابه کرام اور تابعین وتبع تابعین میں سے کسی نے اس کے خلاف کوئی بات کی هو (مجموع الفتاوی جلد : 319/4).

تنبیه

بعض دفعه ایسا بهی هوا که انبیاء کرام سے بعض دینی کاموں یا دین اور شریعت سے متعلق امور میں معمولی سی فروگزاشت هوئیں، مگرفی الفور ان کی اصلاح وحی الٰهی کے ذریعے کی گئی، تاکه ایسا نه هو که رسالت کا کام مشکوک هوجائے، اس طرح درپیش نقصان کی تلافی کرنا آپ صلی الله علیه وسلم کو سکهایاجاتا ، تاکه آپ کے ساتهی بهی سیکه جائیں که جب بهی کوئی غلطی سرزد هوجائے تو اس کا ازاله کیسے کیا جائے؟

بالفاظ دیگر: غلطیوں کا سرزد هوجانا لوگوں کو دین کی تعلیم سے آراسته کرنے کا ایک طریقه تها۔

مثال کے طور پر : ایک روایت میں مذکور هے که آپ صلی الله علیه وسلم نے چار رکعت والی نماز میں سهوًا دو رکعت پڑهاکر سلام پهیردیا، پهر جب آپ صلی الله علیه وسلم کی توجه اس طرف دلائی گئی تو فی الفور آپ صلی الله علیه وسلم نے اس کا ازاله کرکے سجده سهو کیا، لوگوں نے جب یه منظر دیکها تو وه سیکه گئے که آینده جب کبهی نماز میں سهو هوجائے تو (نماز دوهرائے بغیر) کیسے اس کا ازاله کیا جائے، تو اس طرح سهو واقع هونے کی حکمت لوگوں کو دین سکهاناهے، اب هم ایسے واقعات اور روایات کی موجود گی کی وجه سے جانتے هیں که سهو هوجائے تو کیا کرنا چاهیے، اگر یه روایات اور واقعات نه هوتے تو هم اس کے ازالے کو نهیں سمجه پاتے۔

ایک اور مثال بدر کے قیدیوں کا واقعه هے ، امام احمد وغیره انس بن مالک رضی الله عنه سے روایت کرتے هیں : رسول صلی الله علیه وسلم نے صحابه کرام کو مخاطب کرکے فرمایا: خدا نے ان کو آپ لوگوں کے طاقتور پنجے میں دیدیاهے، آپ لوگوں کی ان قیدیوں کے بارے میں کیا رائے ہے؟ حضرت عمر رضی الله عنه کهڑے هوگئے اورکها: ان سب کی گردنیں اڑادیں، پیغمبر صلی الله علیه وسلم نے حضرت عمر رضی الله عنه سے منه پهیرا ، ابوبکر صدیق رضی الله عنه اٹهے اور کهنے لگے: میری رائے یه هے که ان کو معاف کیا جائے (ان کو قتل کرنے سے صر ف نظر کیاجائے) اور ان سے فدیه وصول کیاجائے، پهر آپ صلی الله علیه وسلم نے فدیه کے بدلے ان کو

(c) ketabton.com: The Digital Library

معاف کردیا، اس سلسلے میں اللہ تعالی نے آیت نازل فرمائی : "مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَن يَكُونَ لَهُ أَسْرَي حَتَّي يُثْخِنَ فِي الأَرْضِ تُرِيدُونَ عَرَضَ الدُّنْيا وَاللهُ يرِيدُ الآخِرَةَ وَاللهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ * لَّوْلاَ كِتَابٌ مِّنَ اللهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيمَا أَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ " (احمد : 13143) ترجمہ: "کسی پیغمبر کیلئے جائز نہیں ھے کہ اس کے پاس قیدی ہوں اور وہ ان کا خون نہ بہائے، تم دنیا کا فائدہ چاھتے ھو ، حالانکہ اللہ تعالی (تمھارے لیے) آخرت کا فائدہ چاھتاھے، اور اللہ تعالی غالب حکمت والا ھے، اگر رب تعالی کی طرف سے صادر شدہ فیصلہ پہلے سے موجود نہ ھوتا تو اس فدیہ کے بدلے جوتم نے حاصل کیا تمھیں ایک بڑا عذاب گھیرلیتا"

اس موقع پرنبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اجتھاد سے فدیہ کے بدلے قیدیوں کو آزاد کرنے کاحکم فرمایا، لیکن اس اجتھاد کی وحی کے ذریعہ تائید نہیں ھوئی، اور لوگ سمجھ گئے کہ شارع کا مقصود کیاھے، اس بنا پر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اپنی رسالت او ر دین کے ابلاغ میں معصوم تھے۔

اگرکبھی عبادت کے معاملے میں ان سے کوئی سھو یا غلطی ھوجاتی ، اگر کوئی اجتھادی سھو دینی احکام سے متعلق صادر ھوجاتی تو فوری طورپر وحی کے ذریعہ ان کی اس سھو کی تصحیح کی جاتی، اور لوگوں تک پھنچادی جاتی، اور لوگ دین کے مسائل اس سے سیکھتے۔

لیکن بعض اوقات ان سے دنیا کے معاملات اور کار بار میں بھی غلطیاں ھوجاتی تھیں، البتہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام کے لیے رسالت کے امور اور دنیاوی امور میں فرق کرنا آسان تھا،اگرچہ دینی امور کی پھچان اور فرق کرنا دنیاوی امور سے ھرانسان کا کام نہیں ھے، اس لیے کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام آپ سے سوال کرتے تھے کہ فلان کام یا امر وحی ھے، یا آپ کی ذاتی رائے؟

جیساکہ ایک صحیح حدیث میں ھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کے لشکر کو حکم دیا کہ مشرکوں سے پہلے بدر کے پانیوں پر پھنچ جائیں، اور انھیں وادی بدر کے پانی کے ذخائر تک نہ پھنچنے دیں، انہوں نے را ت کے ایک حصے میں وادی بدر کے قریب ترین پانی کے کنویں پھنچ کر پڑاؤ ڈالا۔

حُباب نے ایک عسکری تجربہ کار اور ماھر کی حیثیت سے کہا : (أرأيت هذا المنزل أمنزلا أنزله الله ليس لنا أن نتقدمه ولا نتأخره أم هو الرأي والحرب والمكيدة؟ قال بل هو الرأي والحرب والمكيدة قال يا رسول الله فإن هذا ليس لك بمنزل امض بالناس حتي نأتي أدني ماء من القوم فنعسكر فيه ثم نغور ما وراءه من الآبار ثم نبني عليه حوضا فنملؤه ماء ثم نقاتل القوم فنشرب ولا يشربون فقال رسول الله صلي الله عليه وسلم لقد أشرت بالرأي ثم أمر بإنفاذه فلم يجيء الليل حتي تحولوا كما رأي الحباب وامتلكوا مواقع الماء» (فقه السيرة) و (دلائل النبوة)

(c) ketabton.com: The Digital Library

البانی نے اسے صحیح قرار دیاھے) ترجمہ: "اے اللہ کے رسول ! اس مقام پر جو ھم ٹھھرےھیں، کیا اس مقام پر رکنا اللہ تعالی نے (وحی کے ذریعے) ھمارے لیے متعین کیا ھے کہ ھم اس سے آگے جانے کا حق نھیں رکھتے اور نہ اس سے پیچھے جاسکتے ھیں، یا یہ رأی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جنگی حکمت عملی ہے ؟ فرمایا: " بل ھو الرأي والحرب والمكيدة " نھیں، بلکہ یہ میری رائے اورجنگی حکمت عملی ھے، حُباب بن منذر نے کہا: اے اللہ کے رسول ! یہ ٹھھرنے کی جگہ نھیں ھے، بلکہ لشکر کو حرکت دیں مخالف جماعت کی طرف تا کہ قریب ترین کنویں کے پانی تک پھنچ جائیں، وھاں ٹھھرجائیں، اور اس طرف کے کنوؤں کو کھود کر (حوض) تالاب بنائیں ، اور اس میں پانی بھریں، تب مخالفیں سے جنگ کریں کہ ھمارے پاس پانی ھو اور ان کے پاس نہ ھو"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:" لقد أشرت بالرأي" تم نے بھترین رائےپیش کی ھے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لشکر کوچلنے کا حکم فرمایا، : جاکردشمن کے قریب ترین کنویں تک پھنچ گئے، اور آدھی رات کو وھاں جابسے، راتوں رات پانی کے تالاب بنائے اور وھاں کے تمام پانی کے کنوؤں کو کھود کر ان کاپانی اُن تالابوں میں بھردیا ۔

اس معاملے میں ھم دیکھتے ھیں کہ جب حُباب بن مُنذر پر مسئلہ مشتبہ ھوگیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عمل وحی ھے یا ذاتی رائے ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا تاکہ مسئلہ واضح ھوجائے۔

ایک دوسری صحیح روایت میں ھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن چند آدمیوں کے پاس سے گذر رھے تھے اور وہ لوگ اپنے کھجوروں کی تلقیح (نرکھجورکے پھول مادے میں ملانا) کررھے تھے، تو آپ علیہ السلام نے فرمایا : "لَوْ لَمْ تَفْعَلُوا لَصَلُحَ" اگر تم لوگ اس طرح کھجوروں کے نر اور مادے کو ملانے والا عمل نہ کرو تو بہترہوگا، تونبی علیہ السلام کے کہنے پر انھوں نے ایسا کرنا چھوڑدیا، لیکن اس کے بعد کھجوروں کی پیداوار اچھی نھیں ھوئی۔

کچھ مدّت کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم دوبارہ ان کے پاس گئے ان سے پوچھا کہ: "مَا لِنَخْلِكُمْ؟" کھجور کیسے پھل دے رھے ھیں؟ انھوں نے کھجوروں کے کم پھل دینے کی شکایت کی، تو آپ نے فرمایا کہ:"أَنْتُمْ أَعْلَمُ بِأَمْرِ دُنْيَاكُمْ" آپ لوگ اپنے دنیاوی امور کو بھتر جانتے ھو۔

مسند بزار میں آیا ھے کہ فرمایا: « وَإِنِّي قُلْتُ لَكُمْ ظَنًا ظَنَنْتُهُ، فَمَا قُلْتُ لَكُمْ قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ فَلَنْ أَكْذِبَ عَلَي اللهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَي» يعني: جومیں نے آپ لوگوں سے کھا یہ میری اپنی ذاتی رائے تھی ، لیکن جب میں آپ لوگوں سے کھدوں

(c) ketabton.com: The Digital Library

که الله رب العزت نے فرمایا ، وہ کبھی بھی رب تعالی پر جھوٹ نہیں ہوگا. (صحيح مسلم (2363) و مسند البزار (937).

نبی کریم صلی الله علیه وسلم سے روایت کیاگیاھے که : «إنما أنا بشر أذا أمرتكم بشيء من دينكم فخذوا به، و إذا أمرتكم بشيء من رأيي، فإنما أنا بشر». صحيح الجامع (2338).

ترجمہ:بیشک میں بشرھوں (تمھارے جیسے) میں تمھیں دین کے معاملے میں کوئی حکم کردوں تو فورًا بجالاؤ، اور اگر اپنی ذاتی رائے سے کچھ کھوں تو تم سمجھو اس میں بشریت کے لحاظ سے غلطی کا احتمال ھے .

خلاصه یه ھے که :

انبیاء علیهم السلام دین کی تبلیغ میں معصوم عن الخطأ تھے، اور انہوں نے دین سےمتعلق تمام احکام کمی بیشی اور کسی قسم کی غلطی کے بغیر لوگوں تک پھنچادیئے ھیں ، اگر کبھی دین سے متعلق کسی مسئله میں ان سے سھو ھوجاتی تو فوری طورپر وحی کے ذریعےسے ان کی اصلاح کرادیجاتی، اور لوگ اس سے باخبرھوجاتے ، دین کے علاوہ دنیاوی معاملات میں معصوم نھیں تھے، اور اس سے ان کی رسالت میں کوئی نقصان بھی نھیں پھنچتا، کیونکه رب تعالی نے یه نھیں فرمایاکه تمھارے لیے ایسا پیغمبر بھیجاھے جو تاجر اور طبیب یاکسی صنعت سے وابسته ھے .

اس لیے که ان امور میں غلطی کرنا کوئی تعجب کی بات نھیں ، اور امور رسالت کے معاملات کی پھچان لوگوں کے لیے آسان تھی، جیسا که ھم نے چند مثالیں بیان کردیں که دینی مسائل اور دیناوی مسائل میں فرق کرنا آسان تھا اور دین سے متعلق تمام مسائل کو نبی کریم صلی الله علیه وسلم دین کےعنوان سے لوگوں کو سمجھا تے تھے تا که لوگوں کو معلوم ھو که فلان مسئله دین کا ھے، اور فلان مسئله (دنیاوی امورسے متلق ہے) رسالت کے امور میں سے نھیں ھے.

اس بنا پر فقھائے اسلام نے کھا ھے:که آپ صلی الله علیه وسلم کے اقوال میں اصول یه ھے که آپ کا قول شریعت کی قانونی بنیادھے، اور وحی کا حصه ھے .

البتہ اگر ایسی کوئی دلیل ھو جو ثابت کرے که آپ کا فلان قول آپ کی ذاتی رائے ھے توالگ بات ہے، اور اگرایسی کوئی دلیل میسرنہ ھو تو اصل پر عمل کیا جائے گا، یعنی آپ کے اقوال وحی کےتائید کنندہ ہوں گے، اور وہ شرعی حکم ھوں گے .

جبکہ نبوی افعال میں اصول یہ ہے کہ ھمیشه شرعی حکم نھیں ھوتا، کبھی قانونی ھوتاھے ، اور کبھی اجتھادی اور کبھی ذاتی رائے .

انبیاء علیهم السلام کن امور میں معصوم ہیں؟

(c) ketabton.com: The Digital Library

انبیاء علیهم السلام مخلوقات میں سب سے اشرف اور پاک تھے، سب سے زیادہ تقوی والے تھے، رب تعالی سے ڈرنے والے اور وہ منتخب جماعت ھیں جن کی طرف لوگوں کو دیکھنا چاھیے اور ان کی اقتدا کرنی چاھیے ۔
خدا کے آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء علیھم الصلاۃ والسلام کو خطاؤں اور گناھوں سے عصمت اور حفاظت کا درجہ حاصل ھے، ھم عصمت سے متعلق مسائل کو درج ذیل دو امور میں تقسم کرتے ھیں ۔

1 - دین کی تبلیغ میں عصمت
2 - بحیث بشر کے غلطیوں سےپاک ھونا

پھلا امر یعنی : تبلیغ دین میں تمام انبیاء معصوم ھیں ، رب تعالی فرماتے ھیں :
"وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَينَا بَعْضَ الْأَقَاوِيلِ * لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ * ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ * فَمَا مِنكُم مِّنْ أَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِينَ * وَإِنَّهُ لَتَذْكِرَةٌ لِّلْمُتَّقِينَ" (سورہ الحاقہ 44-48).
ترجمہ: اگریہ پیغمبر ھماری نسبت کوئی بات جھوٹ بنالاتے، توھم ان کا داھنا ھاتھ پکڑلیتے، پھر اُن کی رگِ گردن کاٹ ڈالتے، پھر تم میں سے کوئی (ھمیں) اس سے روکنے والانہ ھوتا، اور یہ (کتاب) تو پرھیزگاروں کے لئے نصیحت ھے ۔
اور اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سےفرمایا: "يا أَيهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيكَ مِن رَّبِّكَ وَإِن لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ وَاللهُ يعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ" (سورہ مائدہ 67).
ترجمہ: اے پیغمبر جو ارشادات خدا کی طرف سے تم پرنازل ھوئے ھیں سب لوگوں کو پھنچادو، اور اگر ایسا نہ کیا تو تم خدا کے پیغام پھنچانے میں قاصررھے، (یعنی پیغمبری کا فرض ادا نہ کیا) اور خدا تم کو لوگوں سے بچائے رکھے گا ۔
شیخ عبد العزیز بن باز رحمہ اللہ (فتاوی ابن باز میں: ج -371/6) فرماتے ھیں : تمام مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ھے کہ تمام انبیاء علیھم الصلاۃ والسلام دین کی تبلیغ میں غلطیوں سے معصوم ھیں، جیسا کہ جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں رب تعالی فرماتے ھیں: (والنجم إذا هوي * ما ضل صاحبكم وما غوي * وما ينطق عن الهوي * إن هو إلا وحي يوحي * علمه شديد القوي) (سورہ النجم /1-5) ترجمہ: تارے کی قسم جب غائب ھونے لگے، کہ تمھارے رفیق (محمد) نہ رستہ بھولے ھیں نہ بھٹکے ھیں، اور نہ خواھش نفس سے منہ سے بات نکالتے ھیں، یہ (قرآن) توحکم خداھے جو(انکی طرف) بھیجاجاتاھے، انکو نہایت قوّت والے نے سکھایا(یعنی جبرائیل).
ھمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تبلیغ دین سے متعلق تمام امور قول ، فعل اور تقریر میں معصوم ھیں، اس مسئلہ میں اھل علم کے درمیان کوئی اختلاف نھیں ھے ۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

دوسرا امر: یعنی بشری اور انسانی غلطیوں سے پاک ہونا ، یہ مسئلہ دوحصوں میں تقسیم ہوتاھے:

1 - کبیرہ گناھوں سے متعلق انبیاء علیھم السلام کی عصمت، کہ تمام انبیاء علیھم السلام کبائر کے ارتکاب سے معصوم ھیں، جیساکہ شیخ السلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (مجموع الفتاوی: ج-4 /319 میں اس پر تاکید فرماتے ھیں۔

2 - صغیرہ گناہ، بعض اوقات انبیاء علیھم السلام میں سے بعض صغائر کے مرتکب ہوئے ھیں، اس لیے اکثر اھل علم معتقد ھیں کہ انبیاء علیھم السلام صغائر سے معصوم نہیں ھیں۔

اگر انبیاء میں سے کسی نے صغیرہ گناہ کیاھے تو اللہ تعالی نے اسے تنبیہ کی ھے اور اس نے توبہ کے لیے پھل کی ھے۔

جو لوگ کھتے ھیں کہ آدم علیہ السلام نے گناہ کیا اور شیطان نے اسے بھکایا، دلیل کے طور پر رب تعالی کی نازل کی ہوئی اس آیت کوپیش کرتے ھیں: "فَأَكَلَا مِنْهَا فَبَدَتْ لَهُمَا سَوْءَاتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفَانِ عَلَيهِمَا مِنْ وَرَقِ الْجَنَّةِ وَعَصَى آدَمُ رَبَّهُ فَغَوَى" (سورہ طہ121). ترجمہ: تو دونوں نے اُس درخت کا پھل کھالیا تو ان پر انکی شرمگاھیں ظاھر ھوگئیں، اور وہ اپنے (بدنوں) پربھشت کے پتے چپکانے لگے، اور آدم نے اپنے پروردگار کے حکم کے خلاف کیا تو (وہ اپنے مطلوب سے) بے راہ ھوگئے ۔

اورسورہ بقر آیت (36) میں فرماتے ھیں: "فَأَزَلَّهُمَا الشَّيطَانُ عَنْهَا" ترجمہ: پھرشیطان نے دونوں کو وھاں سے پھسلادیا۔

مگراُن لوگوں کی بات غلط ہے اس لیے: کہ یھاں پر آدم علیہ السلام سے متعلق جو کچھ بیان ھواھے وہ نبوت سے پہلے ھے، اس کی بنیاد پر آدم علیہ السلام کو طعن کرنا درست نہیں ھے، امام ابوبکر بن فورک کھتے ھیں: یہ معاملہ نبوت سے پہلے کا ھے، اس کی دلیل رب تعالی کا یہ فرمان ھے: "ثُمَّ اجْتَبَاهُ رَبُّهُ فَتَابَ عَلَيهِ وَهَدَى" (سورہ طہ122) ترجمہ: پھر رب تعالی نے اسے برگزیدہ کیا اور اس کی توبہ قبول فرما کر اسے ھدایت بخشی۔

کھتے ھیں کہ اسے منتخب کرنا اور ھدایت دینا گناہ ونا فرمانی کے بعد کا ھے، اگر نبوت سے پہلے کا ھو تو یہ اس اکیلے کی لغزش ھے، اور نبوّت سے پہلے انبیاء کیلے کوئی شریعت نہیں ھوتی کہ ھم پر اس کی تصدیق کرنا واجب ھو۔

لیکن جب رب تعالی نے اسے لوگوں کی طرف مبعوث فرمایا تو پھر دین کے پھنچانے میں امانتدار اور معصوم ھیں، اور سابقہ گناہ سے ان کو نقصان نہیں پھنچتا ۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

اگر یه کهاجائے که رونما هونے والے ان واقعات کا کس طرح آدم علیه السلام کے قبل نبوت سے ربط دیتے هو، کیا نبوت رب تعالی کی طرف سے وحی کو نهیں کهتے ؟

جب که آیات واحادیث یه بیان کرتی هیں کہ رب تعالی آدم علیه السلام کے ساتھ جنت سے نکلنے سے پہلےبھی بات کرچکے هیں ۔

جواب یه هے که: یهاں نبوت منتفی هے، اس لیے که نبوت صرف وحی نهیں هے ، بلکه کسی نبی اور پیغمبر کیلئے جدید شریعت کا بهیجنا یا پهلے والے شریعت کی تجدید هے۔

اور یه دلائل آدم علیه السلام کے متعلق نهیں ملتے هیں که جنت میں اپنی بیوی کے ساتھ انهیں شریعت دی گی هو ۔

اس وجه سے سب سے صحیح بات آدم علیه السلام کے ساتھ رونما هونے والے واقعات میں یه هے که یه نبوت اور ان کے مبعوث هونے سے پهلے تها۔

صرف وهی چیز جو آدم علیه السلام کے لیے شریعت کو ممکن بناتی هے وه هے توبه جو انهوں نےنافرمانی کے بعد کی تهی۔

البتہ یه توبہ بهی شریعت هونے کی وجه سے نهیں، بلکه روح کی پاکیزگی اور آدم علیه السلام کی طرف سے خالق کے مقام ومرتبه کے پهچان کی وجه سےهوا، رب تعالی فرماتے هیں: "فَتَلَقَّي آدَمُ مِنْ رَبِّهِ كَلِمَاتٍ فَتَابَ عَلَيهِ إِنَّهُ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ" (سوره بقره 37)

ترجمه: پهرآدم نے اپنے پروردگارسے کچھ کلمات سیکهے (اورمعافی مانگی) تو اس نے قصورمعاف کردیا بیشک وه معاف کرنیوالا (اور) صاحب رحم هے ۔

ان مثالوں میں سے جن کو مخالفین اس بارے میں بیان کرتے هیں اورچاهتے هیں که اس کے ذریعے سے قرآن کریم پر اعتراض کریں ، ایک مثال اس واقعے کی ہے جو نبوّت سے پهلے موسی علیہ السلام کے متعلق رونما هوا ، اور وه قتل کا ارتکاب هے، اور اس کے لیےقرآن سے دلیل لاتے هیں : وَدَخَلَ الْمَدِيْنَةَ عَلٰى حِيْنِ غَفْلَةٍ مِّنْ اَهْلِهَا فَوَجَدَ فِيْهَا رَجُلَيْنِ يَقْتَتِلٰنِ ۚ هٰذَا مِنْ شِيْعَتِهٖ وَهٰذَا مِنْ عَدُوِّهٖ ۚ فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِيْ مِنْ شِيْعَتِهٖ عَلَى الَّذِيْ مِنْ عَدُوِّهٖ ۙ فَوَكَزَهٗ مُوْسٰى فَقَضٰى عَلَيْهِ ۡ قَالَ هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ ۭ اِنَّهٗ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِيْنٌ ۱۵ (سوره قصص)۔

ترجمہ: شهرکے لوگ بے خبر تهے که موسی علیه السلام شهرمیں داخل هوئے، اور دیکها که دوشخص آپس میں لڑرهے هیں، ان میں سے ایک موسی علیه السلام کی قوم سے تعلق رکهتاتها اور دوسرا دشمن کی قوم سے تها، توپهر جوشخص موسی علیه السلام کی قوم سے تها وه مدد کیلئے پکارا ، موسی علیه

(c) ketabton.com: The Digital Library

السلام اس کی مدد کیلئے دوڑے اور ایک مُکّے سے اس کا کام تمام کردیا ، اور کہا یہ کام شیطان کے بھکاوے سے ہوا ، یقیناً شیطان گمراہ کرنے والا اور کھلا دشمن ھے، اس کے بعد کہتے ھیں کہ: موسی علیہ السلام اس غلطی کے ارتکاب سے کافی پشیماں ھوئے، یھی ندامت سبب بنی کہ اپنے پروردگار کے حضور قیامت میں شفاعت کرنے سے پیچھے رھیں گے، جیساکہ شفاعت والی طویل حدیث میں بیان ھواھے: "فَيأْتُونَ مُوسَي فَيقُولُونَ يا مُوسَي أَنْتَ رَسُولُ اللَّهِ فَضَّلَکَ اللَّهُ بِرِسَالَتِهِ وَبِكَلَامِهِ عَلَي النَّاسِ اشْفَعْ لَنَا إِلَي رَبِّکَ أَلَا تَرَي إِلَي مَا نَحْنُ فِيهِ فَيقُولُ إِنَّ رَبِّي قَدْ غَضِبَ الْيوْمَ غَضَبًا لَمْ يغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ وَلَنْ يغْضَبَ بَعْدَهُ مِثْلَهُ وَإِنِّي قَدْ قَتَلْتُ نَفْسًا لَمْ أُومَرْ بِقَتْلِهَا نَفْسِي نَفْسِي نَفْسِي" (بخاري)

ترجمہ:قیامت کے دن لوگ موسی علیہ السلام کے پاس آئیں گے اورکھیں گے: اے موسی! آپ تو اللہ کے رسول ھو، رب تعالی نے آپ کو رسالت دے کر اور آپ سے ھم کلام ھوکر آپ کو فضیلت دی ھے، اپنے پروردگار سے ھماری شفاعت کریں ، آپ ھمیں نھیں دیکھتے کہ ھم کس حالت میں ھیں، موسی علیہ السلام جواب میں کھیں گے: میرا رب آج اتنے غصے میں ھے کہ نہ پھلے کبھی تھا اور نہ آیندہ اتنا غصہ ھوگا، میں نے ایک شخص کو بغیر کسی حکم کے قتل کردیاتھا، اس لیے مجھے اپنی فکر لگی ھے ۔

اس بارے میں بھی امام ابوبکربن فورک کھتے ھیں کہ : جو کچھ مخالفین موسی علیہ السلام کے بارے میں بیان کرتے ھیں وہ بھی نبوت سے پھلے کا واقعہ ھے ، جیسا کہ خدا تعالی فرماتے ھیں: «قَالَ أَلَمْ نُرَبِّکَ فِينَا وَلِيدًا وَلَبِثْتَ فِينَا مِنْ عُمُرِکَ سِنِينَ*وَفَعَلْتَ فَعْلَتَکَ الَّتِي فَعَلْتَ وَأَنْتَ مِنَ الْكَافِرِينَ*قَالَ فَعَلْتُهَا إِذًا وَأَنَا مِنَ الضَّالِّينَ* فَفَرَرْتُ مِنْكُمْ لَمَّا خِفْتُكُمْ فَوَهَبَ لِي رَبِّي حُكْمًا وَجَعَلَنِي مِنَ الْمُرْسَلِينَ» (سورہ شعرا 18- 21) .

(فرعون نے موسی سے کہا) کیاھم نے تم کوکہ ابھی بچے تھے پرورش نھیں کی اور تم نے برسوں ھمارے ھاں عمر بسر(نھیں) کی، اورتم نے وہ کام کیاتھا جو کیا اور تم ناشکرے معلوم ھوتے ھو، (موسی نے) کھاکہ (ھاں) وہ حرکت مجھ سے ناگھاں سرزد ھوئی تھی اورمیں خطاکاروں میں تھا، تو جب مجھے تم سے ڈرلگا تو میں تم سے بھاگ گیا، پھر خدانے مجھے نبوت وعِلم بخشا اور مجھے پیغمبروں میں سے کیا۔

موسی علیہ السلام اسے قتل کرنے کا ارادہ نھیں رکھتے تھے، بلکہ اپنے قومی بھائی کا دفاع کرنا چاھتےتھے، اس بنا پر وہ قتل عمد کے مرتکب نھیں ھوئے، اس کام کی وجہ سے موسی علیہ السلام نے رب تعالی سے بخشش طلب کی، اور خدا نے بھی انہیں بخش دیا، جیسا کہ فرماتے ھیں : قَالَ رَبِّ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي فَاغْفِرْ لِي فَغَفَرَ لَهُ إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ (سورہ قصص 16)

(c) ketabton.com: The Digital Library

ترجمہ: بولے کہ اے پروردگار! میں نے اپنے آپ پر ظلم کیا تو مجھے بخش دے تو خدا نے ان کو بخش دیا بے شک وہ بخشنے ولا مہربان ھے ۔
انبیاء علیھم السلام کی طرف جو اعتراضات منسوب کیے جاتے ہیں تو یہ عمل خلاف اولی ھے، یعنی اس کام کونہ کرنا بھترتھا ۔

ھم لوگوں کے جنت میں جانے کے ذمہ دار نہیں ھیں

قرآن کریم ایک خاص خوبصورتی کی ساتھ کھتا ھے: اِنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ لِلنَّاسِ بِالْحَقِّ ۚ فَمَنِ اهْتَدٰى فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۚ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ۴۱ (سورہ زمر)
ترجمہ: ھم نے تم پرکتاب لوگوں (کی ھدایت) کے لئے سچائی کے ساتھ نازل کی ھے، تو جوشخص ھدایت پاتاھے تو اپنے (بھلے کے) لئے اور جو گمراہ ھوتاھے اپناھی نقصان کرتاھے، اور (اے پیغمبر) تم ان کے ذمہ دار نہیں ھو۔
مفسّرین کرام اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ھیں کہ بنیادی طور پر قرآن کریم بشریت کی رھنمائی کیلئے نازل ھواھے، "إِنَّا أَنْزَلْنَا عَلَيكَ الْكِتَابَ لِلنَّاسِ بِالْحَقِ".
ترجمہ: ھم نے تم پرکتاب لوگوں (کی ھدایت) کے لئے سچائی کے ساتھ نازل کی ھے ۔
یقیناً یہ پرعظمت کتاب ہے اور معجزات سے بھری ھوئی ھے، اس میں باطل اور بے معنی چیزیں نہیں ہے۔
بشریت کی ھدایت اور رھنمائی کیلئے تجھ پر اتارا ھے، اھل علم کا کھنا ھے کہ مذکورہ آیت میں لفظ "حق" کے بارے میں دو تفسیریں ھیں:

1 - سب سے پھلے قرآن عظیم کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نزول اور ترسیل حق کے ساتھ ھوئی ھے ، اور اس میں کسی قسم کا کوئی باطل نھیں ھے۔
2 - دوم یہ ھے کہ یہ کتاب حق ھے : (ذَلِكَ الْكِتَابُ لاَ رَيبَ فِيهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ) ھے، قرآن کریم حق اور اس میں کسی بھی قسم کے شک اورتردّد کی گنجائش نھیں ھے، اور متقیوں کی رھنمائی کیلئے اتری ھے ، اس میں بھی کوئی شک نھیں ھے کہ یہ کتاب : یعنی قرآن عظیم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر بشریت کی ھدایت او رررھنمائی کے واسطے نازل ھوئی ھے، چنانچہ انسانوں پر لازم ھے کہ ھدایت اور رھنمائی اس کتاب سے حاصل کریں ۔

اور جو کچھ انسان کی گمراھی اور ضلالت کا سبب بنتاھے اس سے بچیں اور دوری اختیارکریں، قرآن کریم کو سمجھنا اور اپنی زندگی کو قرآن کریم کے منطقی فھم پر استوار کرنا ضروری ھے کہ جس چیز کی طرف یہ کتاب ھمیں دعوت دیتی ھے ، اس کی طرف جاناچاھیے اور اس پر عمل کرنا چاھیے۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

اور جس چیز سے ڈراتی اور منع کرتی ھے اس کی تنبیہات کو سنجیدگی سے لینا چاھیے ، اور ان ممنوعات کے انجام سے اپنے آپ کو بچانا چاھیے، جن ممنوعات کو قرآن نے بیان کیاہے ۔

جس چیز کی طرف قرآن کریم ھمیں بلاتاھے، اسے رُشد وھدایت جاننا چاھیے اور جس سے ھمیں ڈراتا دھمکاتا ھے اسے باطل سمجھنا چاھیے اور اس سے دوری اختیار کرنا چاھیے۔

اگلی آیت کریمہ میں ھے کہ : "فَمَنِ اهْتَدَى فَلِنَفْسِهِ " پھر جو شخص اور انسان ھدایت کا راستہ اختیار کرتاھے، اور دلیل وبُرھان کے ساتھ حق کی طرف دوڑتاھے، یہ اس کے فائدے میں ھوگا، کیونکہ یہ ایک علمی اصول ھے : کہ حق قبول کرنے کا نتیجہ انسان کوھی ملتاھے ۔

(وَمَنْ ضَلَّ فَإِنَّمَا يضِلُّ عَلَيهَا) اور جو شخص گمراہ ھوا حق اور کلام الھی سے سرکشی کی اور منحرف ھوا تو بالآخر یہ اس کے لیےنقصان کا سبب بنے گا، نتیجتًا ایک گمراہ شخص شمار کیا جائیگا۔

دوسرے لفظوں میں وہ اپنی منحرف عمل کی سزا چکھے گا، (وَمَا أَنْتَ عَلَيهِمْ بِوَكِيلٍ)

ترجمہ: اے رسول! تو ان پر ذمہ دار نہیں ھے ، یعنی حق کو ان کے دل میں پھنچانے کی ذمہ داری آپ کی نھیں ھے، یا یہ کہ آپ کی یہ ذمہ داری نہیں ہے کہ ان کی ھمیشہ سے نگرانی کریں کہ وہ منحرف نہ ھوں۔

کیونکہ آپ ان کو زبردستی اسلام او ر ایمان قبول کرنے پر مجبور نھیں کرسکتے، آپ کا کام صرف اور صرف آسمان سے آیا ھوا پیغام ان تک پھنچاناھے، نہ آپ ان کے دلوں کے نگران ھو اور نہ ان کو حق قبول کرنے پر مجبور کرسکتے ھو.

ایمان ایک معاھدہ ھے ، اور یہ دل اور باطن کا عزم ھے ، جسے انسان اپنی مرضی سے قبول کرتا ھے، اسی وجہ سے اسلام جو کہ ایک مقدس دین ھے جبری ایمان کو قبول نھیں کرتا، ھمارے رب عظیم نے انسان کو آزاد چھوڑا ھے تا کہ اپنی تحقیق سے دین منتخب کرے۔

قرآن کریم کے منطقی فھم کے مطابق جن لوگوں نے کسی ناحق دین کا انتخاب کیاھے، ان کو کافر اور جن لوگوں نے درست اور برحق دین کا انتخاب کیا ھے انھیں مؤمن کھاجاتاھے ۔

اس حساب سے کوئی مسلمان تو ھوسکتاھے ، اور حق کے سامنے سرتسلیم خم کرسکتاھے ، لیکن مؤمن نھیں ھوسکتاھے، جیساکہ ھم نے بتایا: مؤمن وہ اندرونی عھد اور معاھدہ اور رشتہ ھے جس معاھدے کی صداقت کے بارے میں اللہ تعالی اور خود شخص مؤمن جانتا ھے ۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

دین اسلام نے ایک قاعده اور قانون وضع کردیا هے دین کے انتخاب کے لیے ، اس قانون کی بنیاد سوره بقره کی آیت "256" میں بہت عمدگی سے بیان کی گئی ہے، رب عظیم فرماتے هیں: "لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ ۙ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ۚ..."

آیت مبارکه کا شأن نزول :

یه سوره بقره کی آیت هے اور یہ سورت هجرت کے بعد مدینه میں نازل هونا شروع هوئی، اس سورت کا نزول تب شروع هوا جب اسلامی حکومت اور نظام تشکیل کے مراحل میں تها۔

مفسّرین کهتے هیں که : یه آیت اهل مدینه اور بنی سالم بن عوف کے قبیلے سے ایک شخص جس کا نام "حصین " هے کہ بارے میں نازل هوئی هے، قصه کچھ اس طرح هے که "حصین" خود تو مسلمان هوا تها ، لیکن اس کے دونصرانی بیٹے ابهی تک اسلام کی طرف مائل نهیں هوئے تهے، اس آدمی نے اس واقعے کا پیارے نبی کریم صلی الله علیه وسلم سے ذکرکیا اورکها: اے الله کے رسول! کیا ان دونوں کو اسلام قبول کرنے پر مجبور کرسکتاهوں، کیونکه وه دونوں نصرانیت کے علاوه کسی دوسرے دین کو قبول کرنے کے لیے تیار نهیں هیں ؟ اس کے جواب میں یه آیت کریمه نازل هوئی : "لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ ۙ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ۚ...".

اسی طرح بعض مفسرین اس کے شأن نزول کے بارے میں کهتے هیں که : انصار کےایک آدمی کا ایک سیاه فام غلام تها، جس کا نام "صبیح" تها، وه انصاری چاهتے تهے که اسے زبردستی اسلام لانے پر مجبور کریں، اسی اثناء میں یه آیت نازل هوئی تو "صبیح" اور تمام مسلمانوں کو هدایت دی گئ که دین اسلام قبول کرنے کے لیے لوگوں پر کوئی جبر و زبردستی نه کریں، اور فرمایاکه : انسانوں کو مکمل آزادی واختیار حاصل هے۔

اسی طرح حضرت عمر رضی الله عنه نے بوڑهی نصرانی عورت کو اسلام کی دعوت دی، تو بوڑهی عورت نے جواب میں کها: "أنا عجوزٌ کبیرة والموت اقرب الی" حضرت عمر رضی الله عنه نے اس بوڑهی عورت کا جواب سننے کے بعد اسے ایمان لانے پر مجبور نهیں کیا، بلکه اس آیت مبارکه کی تلاوت کی: "لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ ۙ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ۚ...".

یعنی دین میں کوئی چیز جبری نهیں هے ،اور حقیقت میں ایمان قبول کرانے پر کوئی زور و زبردستی کام نهیں آئے گا۔

دین اسلام نے ایمان کو ظاهری اعضاء کے ساتھ مربوط نهیں رکها هے، بلکه ایمان اور عدم ایمان ان امور میں سےهے جن کا تعلق انسان کی اندرونی چاهت اور رضا کی ساتھ هے۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

جیسا کہ رب تعالی فرماتے ھیں : "وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ ۚ " کھدو: حق (وھی ھے جو) رب کی طرف سے (آیا) ھے ، (اور میں اسے اپنے ساتھ لایاھوں جوکہ میرا اور تمام مؤمنین کا مشن ھے) پس جو چاھے اس پر ایمان لائے اور جو چاھے اس کا انکار کردے (سورة الکھف : 29).

قرآن کریم نے نبی صلی الله علیه وسلم کی اس حیثیت کو اضح کیا کہ آپ صلی الله علیہ وسلم کامقصد فقط تبلیغ کرنا اور دعوت دینا ھے، کسی کو زور وزبردستی کے ساتھ اسلام لانے پر مجبورکرنا نہیں : "اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ۝٩٩" (یونس: آیه ٩٩) اے پیغمبر ! کیا تم چاھتے ھو کہ لوگوں کو ایمان لانے پر مجبور کردو، (یہ کام نہ تو درست ھے نہ فائدہ والاھے اور نہ ھی تیرا کام ھے) .

پھر سورة الغاشیه(آیت : 22) میں فرماتے ھیں : "لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ ۝٢٢ " آپ ان پر غلبه نہیں رکھتے۔

اسی طرح سورة الشوری میں فرماتے ھیں: "فَاِنْ اَعْرَضُوْا لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ ۝٢٢ ا فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ۭ اِنْ عَلَيْكَ اِلَّا الْبَلٰغُ ۭ " اگر مشرکین آپ کی دعوت کو قبول کرنے سے انکار کریں (کوئی مسئله نہیں ھے غمگین مت ھو) کیونکہ ھم نے آپ کو ان کی مراقبت اور نگرانی کے لیے نہیں بھیجاھے، آپ کا کام پیغام پھنچانا ھے۔

اسی طرح قرآن کریم میں سورة مزمّل (آیت : 19) میں فرماتے ھیں: "فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ۝١٩ " پھرجوچاھے بنالے اپنے رب کی طرف راہ .

اس آیت مبارکه میں "من شاء" کاجمله دلیل ھے انسان کی آزادی اور اختیار پر کفر اورایمان اختیار کرنے پر ، "اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا ۝٣ " ترجمه: ھم نے انسان کو راہ دکھائی ھے چاھے شکر گزاربنے (قبول کرے) یا (مخالفت کرے) انکار کرے .

حق اور باطل کے راستے ایک دوسرے سے الگ ھوچکے ھیں ، دونوں راستوں کی پھچان کرادی گئی ھے، ان میں سے ھرایک کا انتخاب انسان کے اختیارمیں ھے، وہ مجبورنہیں ھے ، جس راستے کا چاھے انتخاب کرے، البتہ اگر انسان نے حق اور حقیقت کا راسته اپنایا توجنت اور ھمیشه والی سعادت کو پالے گا۔

اور اگر باطل راستے کا انتخاب کیا تو پھر جھنم اور ھمیشه والی بدبختی میں گرفتار ھوگا، قرآن کریم نے ایک سو بیس (120) سے زیادہ آیتوں میں یه تاکید کی ہے کہ اسلام قلبی اطمینان اور خالص پاکیزہ تعلیم کی بنیاد پر پھیلاھے .

(c) ketabton.com: The Digital Library

اور اسلام کو لوگوں میں متعارف کروانے کے بعد انهیں تمام اور مکمل اختیار دیاگیاهے که وه اس کے بعد دین کو قبول کرنے میں آزاد هیں۔
اسی رویه اور عظیم انسانی منطق کے سبب محمد صلی الله علیه وسلم نے فتح مکه کے بعد اهل مکه کو اپنی حالت پر چهوڑ دیا ، اور فرمایا : »"اذهبوا فأنتم الطلقاء»" جاؤ آپ لوگ آزاد هو، اس عظیم فتح کے بعد کسی کو زبردستی اسلام لانے پر مجبور نهیں کیا۔

صدق الله العظیم وصدق رسوله النبی الکریم

ترجمه وتفسیر «سورة عَبَسَ»
تتبع ونگارش: امین الدین « سعیدی - سعید افغانی »
مدیر مرکز مطالعات ستراتیژیکی افغان
ومسؤل مرکزفرهنگی د حق لاره- جرمنی
ادرس: saidafghani@hotmail.com

Get more e-books from www.ketabton.com
Ketabton.com: The Digital Library